قرآن اور چہرۂ نفاق

سید احمد خاتمی

ترجمہ :سید نوشاد علی نقوی خرم آبادی

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

فہرست مطالب

حرف اوّل

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت و ظرفیت کے مطابق اس سے فیض یاب ہوتی ہے حتی ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے ہیں غنچہ و کلیاں رنگ و نکھار پیدا کر لیتی ہیں تاریکیاں کافور اور کوچہ و راہ اجالوں سے پر نور ہو جاتے ہیں ۔چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا ،دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت وقابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا ۔اسلام کے مبلغ و مؤسس سرور کائنات حضرت محمد مصطفی صل اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا سے مشعل حق لیکر آئے اور علم و آگہی کی پیاسی ایک دنیا کو چشمۂ حق و حقیقت سے سیراب کر دیا، آپ کے تمام الہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل، فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقاء بشریت کی ضرورت تھا ۔

اس لئے تیئس برس کے مختصر سے عرصے میں ہی اسلام کی عالم تاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمران ایران وروم کی قدیم تہذیبیں اسلامی اقدار کے سامنے ماند پڑ گئیں، وہ تہذیبی اصنام صرف جو دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں اگر حرکت و عمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ ولولہ اور شعور نہ رکھتے ہوں تو مذاہب عقل وآگاہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھو دیتے ہیں یہی وجہ ہے ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان و مذاہب اور تہذیب و روایات پر غلبہ حاصل کر لیا ۔اگر چہ رسولؐ اسلام کی یہ گراں بہا میراث کو جس کی اہلبیت علیہم السلام اور ان کے پیرؤوں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت و پاسبانی کی ہے ،وقت کے ہاتھوں خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور نا قدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہو کر اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے مرحوم کر دی گئی تھی، پھر بھی حکومت و سیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہلبیتؑ نے اپنا چشمۂ فیض جاری رکھا، چودہ سو سال کے عرصہ میں بہت سے ایسے جلیل القدر علماا ور دانشور دنیاء

اسلام کوپیش کئے جنھوں نے بیرونی افکار و نظریات سے متاثر اسلام و قرآن مخالف فکری ونظری موجوں کی زد پر اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں سے مکتب اسلام کی پشت پناہی کی ہے ہر دور اور زمانہ میں ہر قسم کے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا ہے۔خاص طور پر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگا ہیں ایک بار پھر اسلام و قرآن اور مکتب اہلبیتؑ کی طرف اٹھی اور گڑی ہوئی ہیں ،دشمنان اسلام اس فکری و معنوی قوت و اقتدار کو توڑنے کیلئے اور دوستداران اسلام اس مذہبی اور ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب و کامران زندگی حاصل کرنے کیلئے بے چین وبیتاب ہے۔یہ زمانہ علمی و فکری مقابلہ کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر واشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھا کر انسانی عقل و شعور کو جذب کرنے والے افکار و نظریات دنیا تک پہنچائے گا وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا ۔ مجمع جہانی اہلبیت علیہم السلام (عالمی اہلبیت کونسل)نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہلبیتؑ عصمت و طہارت کے پیروؤں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے کہ اس نورانی تحریک میں بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے ۔

موجودہ دنیاء بشریت جو قرآن و عترت کے صاف و شفاف معارف کی پیاسی ہے، زیادہ سے زیادہ عشق و معنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان و ولایت سے سیراب ہو سکے۔ ہمیںیقین ہے، عقل و خرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہلبیت عصمت و طہارت کی ثقافت کو عام کیا جائے اور حریت و بیداری کے علم بر دار خاندان نبوت و رسالت کی جاوداں میراث،اپنے صحیح خد وخال میں دنیا تک پہنچا دی جائے تو اخلاق و انسانیت کی دشمن ،انانیت کی شکار، سامراجی خونخواروں کی نام نہاد تہذیب و ثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو، امن و نجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصرؑ کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیا جا سکتا ہے ۔ہم اس راہ میں تمام علمی و تحقیقی کوششوں کیلئے محققین و مصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین و مترجمین کا ادنیٰ خدمت گار تصور کرے ہیں ۔

زیر نظر کتاب، مکتب اہلبیت علیہم السلام کی ترویج و اشاعت اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے فاضل علام حجتا لا سلام والمسلمین ''سید احمد خاتمی''کی گراں قدر کتاب قرآن اور چہرہ نفاق کو فاضل جلیل مولانا ''سید نوشاد علی نقوی خرم آبادی'' نے اردو زبان میں اپنے سے قلم آراستہ کیا ہے جس کے لئے ہم دونوں کے شکر گذار اور مزید توفیقات کے آرزومند ہیں۔اس منزل میں ہم اپنے ان تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکر یہ ادا کرتے ہیں کہ جنھوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے خدا کرے کہ ثقافتی میدان میںیہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔

والسلام مع الاکرام

مدیر امور ثقافت: مجمع جہانی اہلبیت علیہم السلام

بسمہ تعالیٰ

عرض مترجم

(ن والقلم و ما یسطرون) ابراہیم زمن،شہنشاہیت شکن ،حضرت امام خمینیؒ کی قیادت و رہبری میں رونما ہونے والا عظیم اسلامی انقلاب جس نے افکار شرق اور سیاست غرب کو تہ وبالا کرکے رکھدیا ،جس نے عالم اسلام کو نئی حیات و وقار عطا کیا ،اس انقلاب کی کامیابی کے بعد،اسلامی تہذیب و تمدن ،فرہنگ وثقافت ،افکار و اخلاق کو اہل جہاں تک پہونچانے کیلئے ،جہاں اور اہم اسلامی ادارے وجود میں آئے، مجمع جہانی اہلبیت علیہم السلام نے بھی صفحۂ ہستی پر قدم رکھا اس عالمی ادارہ کے بلند اغراض و مقاصد میں سے ایک ،معارف اہلبیت اطہار علیہم السلام کے تشنگان کو سیراب کرنا ہے، اس مقدس ہدف و مقصد کو پایہ تکمیل پہنچانے کے لئے دنیا کی ہزاروں رائج زبانوں میں اہلبیت اطہار علیہم السلام کے افکار و اخلاق ،افعال و گفتار ،رفتا و کردار کو تحریری شکل میں پیش کیا جاتا ہے اسی رائج زبانوں میں ایک اردو بھی ہے ،اس عالمی ادارے کی طرف سے اردو زبان میں اب تک قابل توجہ اعداد میں کتب شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں۔

آپ کے پیش نظر کتاب ''قرآن اور چہرہ نفاق'' فارسی کتاب ''سیمای نفاق در قرآن'' کا اردو ترجمہ ہے، حقیر نے تمام ہمت کے ساتھ کوشش کی ہے کہ مطلب و مفہوم کتاب کوسادے ،آسان ،عام فہم الفاظ میں پیش کرے ،غیر مانوس اور ذہن گریز کلمات سے پرہیز کیا گیا ہے ۔یہ کتاب موضوع نفاق پر ایک جامع و کامل دستاویز ہے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے ،یہ کتاب صاحبان ایمان کی خدمت میں خصوصی ہدیہ ہے اس لئے کہ ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک اجر رسالت کی ادائگی نہ ہو،اجر رسالت اس وقت تک ادا نہیں ہو سکتا جب تک اہلبیت اطہارؑ سے محبت و مودت نہ کی جائےان حضرات سے محبت و مودت نہیں ہو سکتی جب

تک کہ ان کے دشمنوں کی شناخت کرتے ہوئے ان سے اور ان کے افعال و کردار سے نفرت نہ کی جائے ،اور یہ ممکن ہی نہیں جب تک نفاق کی آشنائی کا حصول نہ ہو جائے ،اس لئے کہ نفاق کی شناخت اہلبیت اطہار کے دشمنوں کی شناخت ہے ۔اگر یہ نفاق نہ ہوتا تو امیر المومنین علی بن ابیطالب کا حق غصب نہ کیا گیا ہوتا ،ام ابیہا فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کے شکم و بازو پر جلتا ہوا دروازہ نہ گرایا گیا ہوتا،قرۃ عین رسول اللہ امام حسن مجتبی کے جنازے پر تیروں کی بارش نہ ہوتی اور کربلا کے میدان میں ''حسین منی وانا من الحسین'' کا تن تنہا مصداق تین دن کا تشنہ لب شہید نہ کیا گیا ہوتا ۔اگر نفاق کے اقدامات نہ ہوتے تو آج کرۂ ارض کی وضعیت و کیفیت کچھ اور ہوتی،جہانی وعالمی معاشرے کا رنگ و روپ کچھ اور ہی ہوتا ،آج عالم اسلامی کی ذلت و پستی اور اعداء اسلام کی پیش قدمی اس نفاق کے عملی اقدام کا نتیجہ ہے ۔شناخت نفاق کا ماحصل اہلبیت کے دشمنوں کی شناخت ہے اور ان کے دشمنوں کی شناخت تبرّا کے قالب میں جزء فروع دین ہے ،فروع دین کے اجزا کی بجاآوری تکمیل ایمان کا سبب ہے ۔لہذا استاد محترم حجۃا لا سلام و المسلمین سید احمد خاتمی دام ظلہ العالی کی کتاب ''قرآن اور چہرۂ نفاق''،ایمان کو جلا ،فکر کو مستحکم ،عمل کو قوی ،دائرہ ایمان کو وسیع کرنے کے لئے معاون و مددگار ثابت ہوگی استاد معظم نے دقیق مطالب، شائستہ انداز،زمان و مکان سے تطابق کرتے ہوئے جامع وکامل کتاب تحریر فرمائی ہے ۔

آپ آشیانۂ آل محمد علیہم السلام،مرکز تشیع بستان علم ، گلشن فقاہت، حوزہ علمیہ قم جمہوری اسلامی ایران کے ستارہ فروزان ہیں آپ کو علوم اسلامی میں تبحّر حاصل ہے،علم اصول و فقہ و تفسیر قرآن کے ہزاروں تربیت کردہ آپ کے شاگرد خدمات اسلام و قرآن انجام دے رہے ہیں ۔بہر حال بندہ کے لئے باعث افتخار ہے کہ ایسے عظیم المرتبت گراں قدر عالم و فاضل و جلیل کی کتاب کا ترجمہ آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں، معانی و مفاہیم کو منتقل کرنے میں کتنا کامیاب رہا ہوں وہ تو قارئین ہی بتا سکتے ہیں البتہ اس کتاب کو ادبی محک سے نہ پرکھا جائے کیوں کہ کسی ادیب کے ذریعہ ترجمہ شدہ نہیں ،لہذا خطا و غلطی کو دامن عفو میں جگہ دیں گے ۔والسلام علی من اتبع الہدیٰ سید نوشاد علی نقوی خرم آبادی

حوزہ علمیہ قم المقدسہ/جمہوری اسلامی ایران

بسمہ تعالی

مقدمہ مصنف

بصیرت ونظر ،دینی معاشرے کے لئے بنیادی ترین معیار رشدوکمال ہے، دینی معاشرہ میں فضا سازی، طلاطم آفرینی، معرکہ آرائی، سخن اوّل نہیں ہوتے بلکہ سخن اوّل بصیرت ونظر ہے،دعوت حق کے لئے ، بصیرت لازم ترین شرط ہے،اللہ کی طرف دعوت دہندگان کو چاہئے کہ خود کو اس صفت سے آراستہ کریں: (قل ھذہ سبیلی ادعواالی اللہ علی بصیرة اناومن اتّبعنی) آپ کہہ دیجئے یہی میرا راستہ ہے،میں بصیرت کے ساتھ خدا کی طرف دعوت دیتا ہوں،اور میرے ساتھ میرا اتباع کرنے والا بھی ہے۔ بصیرت ودانائی کثیر الجہت و مختلف زوایا کی حامل ہے، خدا ،نبیؐ وامامؑ کی معرفت ،قیامت کی شناخت اور وظائف سے آشنائی وغیرہ .....دشمن کی معرفت وہ اہم ترین زاویہ بصیرت پر مشتمل ہے،اس لئے کہ قرآن میں اکثر مقام پر خدا کی وحدانیت و عبودیت کی دعوت کے بعدیا اس کے قبل بلا فاصلہ، طاغوت سے انکارا۔ طاغوت سے پرہیز

۲۔ عبادت شیطان سے کنارہ کشی

۳۔ کی گفتگو ہے، کبھی دشمن شناختہ شدہ ہے، علی الاعلان ،دشمنی کے پرچم کو اٹھائے ہوتا ہے، اس صورت میں گرچہ دشمن سے ٹکرانے میں بہت سی مشکلات و سختی کا سامنا ہے، لیکن فریب واغوا کی صعوبتیں نہیں ہیں۔ لیکن کبھی دشمن ایسے لباس ایسے رسم ورواج میں ظہور پذیر ہوتا ہے، جسے سماج ومعاشرہ، مقدس سمجھتا ہے، مخالفت دین کا پرچم اٹھائے نہیں ہوتا بلکہ اپنی منافقانہ رفتار و گفتار کے ذریعہ خود کودین کا طرفدار و مروّج ،دین کا پاسبان و نگہبان ظاہر کرتا ہے۔ اس حالت میں دشمن سے مبارزہ و مقابلہ کی سختی و مشکلات

کے علاوہ دوسری مشکلات و صعوبتیں بھی عالم وجود میں آتی ہیں، جو اصل مقابلہ ومبارزہ سے کہیں زیادہ اور کئی برابر ہوتیں ہیں،اور وہ مشکلات عوام فریبی ،اثرگذاری اپنے ہی فریق ودستہ پر ہوتی ہے۔اسی بنا پر امیر المومنین علی علیہ السلام کی ناکثین ،قاسطین ،مارقین سے حرب وجنگ،ان جنگوں کی بہ نسبت سخت ترین ومشکل ترین تھی جو پیامبرؐ عظیم الشان نے بت پرستوں ومشرکوں سے کی تھی۔اس لئے کہ مرسل اعظمؐ کے مد مقابل وہ گروہ تھے جن کا نعرہ تھا بت زندہ باد،لیکن امام علیؑ کا ان افراد سے مقابلہ تھا جن کو بہت سے جہادوں میں پیغمبرؐ کے ہم رکاب ہونے کا تمغہ حاصل تھا اور جانباز اسلام کہلاتے تھےان افراد سے مقابلہ تھا جن کے درخشاں ماضی کو دیکھتے ہوئے پیامبرؐ اسلام نے تعریف وتمجید کی تھی ان افرد سے مقابلہ تھا جن کی پیشانی پر کثرت عبادت وشب زندہ داری کی وجہ سے نشان پڑ گئے تھےان افراد سے مقابلہ تھا جن کی رات گئے قرائت قرآن کی دلنشین آواز کا جادو کمیل جیسی عظیم ہستی پر بھی اثر انداز ہوگیا تھا حضرت علی علیہ السلام کا مقابلہ اس نوعیت کے دشمنوں سے تھا۔ظاہر سی بات ہے ایسے دشمنوں سے معرکہ آرائی،ان کے حقیقی چہرے کی شناسائی علوی نگاہ وبصیرت کا کام ہے،جیسا کہ خود آپ نے نہج البلاغہ میں چند مقام پر اس کی تصریح بھی فرمائی ہ

اہم ترین زاویہ بصیرت ایسے دشمنوں کی شناخت ہے جسے قرآن کریم منافق کے نام سے یاد کرتا ہے ۔قرآن کریم میں نفاق کے رخ کاتعارف کرانے کے سلسلہ میں کفرسے کہیں زیادہ اہتمام کیا گیا ہے،اس لئے کہ اسلامی معاشرہ کے لئے خطرات ونقصان کافروں سے کہیں زیادہ منافقوں سے ہے۔خاص کر آج کے اسلامی و انقلابی معاشرہ کے لئے جس نے بحمد اللہ سربلندی کے ساتھ اسلامی انقلاب کی چھبیس،٢٦بہاروں کا مشاہدہ کرچکاہے اور امید کی جاتی ہے کہ خدا کے فضل وکرم اورپیامبر عظیم الشان واہل بیتؑ اطہارکی ارواح طیبہ کے تصدق میں تمام مشکلات وزحمات کو حل کرتے ہوئے دینی حکومت ومعاشرت کا ایک عالی ترین وکامیاب ترین نمونہ و معیار ثابت ہوگا ۔ آج بیرونی دشمنوں کے ساتھ ساتھ اندرونی دشمن (منافقین)تمام قدرت وطاقت کے ساتھ سعی لاحاصل میں مصروف ہیں، کہ اسلامی معاشرے کوباور اوریقین کرادیں کہ دینی حکومت و نظام ناکام ہے تا کہ پوری دنیا کے وہ افراد جو قلباًاس انقلاب سے وابستہ ہیں ان کو ناامید کر سکیں۔اس سلسلہ میں اپنی تمام توانائی صرف کر چکے ہیں،جو کچھ قدرت و اختیار میں تھا

انجام دے چکے ہیں، اگر اب تک کسی کام کو انجام نہیں دیا ہے ،اس کا مطلب یہ نہیں کہ انجام دینا نہ چا ہتے ہوں بلکہ اس فعل کے عمل سے عاجز و ناتواں ہیں۔ عظیم الشان اسلامی انقلاب کی اوائل کامیابی سے ہی کفر کا متحد گروہ خالص محمدیؐ اسلام کہ مقابل صف آرائی میں مشغول ہے ،اوراس گروہ کی عداوت ابھی تک جاری ہے ۔اس جماعت کا اسلامی انقلاب کے مقابلہ میں صف آرا ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ ان میں اتحادہی اتحادہے، بلکہ یہ گروہ اختلاف و افتراق کا مرکز ہے لیکن ان کا مشترک ہدف ومقصد اسلامی انقلاب سے مقابلہ کرنا ہے ۔احزاب کو اسلامی نظام سے ٹکرا دینا، بغیر درک وفہم کے قتل وغارت گری کا بازارگرم کرنا ،ایران کی مسلمان ملت پر جنگ مسلط کرنا، ان کے مشترک اہداف و مقاصد کے کچھ نمونہ ہیں۔اسلامی انقلاب کے کینہ پرور دشمنوں کاآخری حربہ انقلاب کی اصالت وبنیاد پرثقافتی یورش کرنا ہے لیکن اب تک جس طریقہ سے ان کی سازشیں ناکام ہوتی رہی ہیں،خدا کے فضل وکرم سے یہ سازش بھی شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے گی۔

ان سازشوں کو ناکام بنانے کے سلسلہ میں اہم ترین وسیلہ ،نفاق ومنافقین کی روش وطرزِ عمل کی شناخت ہے،خوش قسمتی سے قرآن مجید اس سلسلہ میں عمیق، جامع،موزون مطالب و نکات کو پیش کر رہا ہے۔خداوند عالم کے لطف وکرم سے امید کرتا ہوں کے یہ ناچیز کتاب ،اسلامی معاشرہ کے لیے دینی بصیرت و بینائی کے اضافہ کا سبب بنے گی ،انشاء اللہ (بشر المنافقین بان لھم عذاباً الیماً)آپ ان منافقین کو دردناک عذاب کی بشارت دے دیں.

سید احمد خاتمی

حوزہ علمیۂ قم المقدسہ

جمہوری اسلامی ایران

فصل اول

نفاق کی اجمالی شناخت

نفاق شناسی کی ضرورت دشمن شناسی کی اہمیت

صاحبان ایمان کے وظائف میں سے ایک اہم وظیفہ خصوصاً اسلامی نظام وقانون میں دشمن کی شناخت و معرفت ہے۔اس میں کوئی تر دید نہیں کہ اسلامی نظام کو برقرار رکھنے اور اس کے استحکام ،پائداری کے لئے اندرونی (داخلی) وبیرونی (خارجی)دشمنوں نیز،ان کے حملہ ور وسائل کی شناخت لازم و ضروری ہے، دشمن اور ان کے مکرو فریب کو پہچانے بغیر مبارزہ کا کوئی فائدہ نہیں، بعض او قات دشمن کے سلسلہ میں کافی بصیرت و ہوشیاری نہ ہونے کے سبب، انسان دشمن سے رہائی حاصل کرنے کے بجائے دشمن ہی کی آغوش میں پہنچ جاتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہر اقدام سے پہلے بصیرت وہوشیاری کوبنیادی شرط بتایا ہے،آپ فرماتے ہیں : (العامل علی غیر بصیرۃ کالسائر علی غیر الطریق،لا یزیدہ سرعۃ السیر الا بعداً عن الطریق) بغیر بصیرت وآگاہی کے عمل کو انجام دینے والا ایسا ہی ہے جیسے راستہ کوبغیر پہچانے ہوئے چلنے والا ،کہ اس صورت میں اصل ہدف و مقصداورراہ سے دور ہوتا چلا جاتا ہے ۔اسی ضرورت کی بنا پر قرآن میں پندرہ سو آیات سے زیادہ دشمن کی شناخت کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں،خداوند عالم ان آیات

میں،مومنین اور نظام اسلامی کے مختلف دشمنوں کی (جن وانس میں سے)نشاندہی کی ہے نیز ان کی دشمنی کے انواع واقسام حربے اور ان سے مقابلہ کرنے کے طور وطریقہ کو بتا یا ہے،اور اس بات کی مزید تاکید کی ہے کہ مسلمان ان سے دور رہیں اور برائت اختیار کریں:(یاأیھا الذین آمنوالا تتخذواعدوی وعدوکم اولیاء) اے صاحبان ایمان اپنے اور میرے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ آیات قرآن کی بنا پر مومنین کے دشمنوں کوبنیادی طور پر چار نوع وگروہ میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

نوع اول:شیطان اور اسکے اہل کار (ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا) یقیناً شیطان تم سب کا دشمن ہے،تم بھی اسے دشمن بنائے رکھو۔بعض قرآن کی آیات میں،خدا وند عالم نے انسان خصوصاً مومنین کے سلسلہ میں شیطان کے آشکار کینے اوردشمنی کو عدو مبین (آشکار دشمن)سے تعبیر کیا ہے،اللہ انسان کو منحرف کرنے والے شیطان کے مکر وفریب ،حیلے کو شمار کرتے ہوئے،مومنین سے چاہتا ہے کے وہ شیطان کے راستے پر نہ چلیں۔

(یا ایھا الذین آمنوا لا تتبعوا خطوات الشیطان) اے صاحبان ایمان شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو۔نوع دوم:کفارقرآن کی نظر میں مو منین کے دشمنوں میں ایک دشمن کفار ہیں۔(ان الکافرین کانوا لکم عدوا مبینا) کفار تمھارے آشکار و عیاں دشمن ہیں۔

نوع سوم:بعض اہل کتاب صاحبان ایمان واسلام کے دشمنوں میں بعض اہل کتاب خصوصاً یہودی دشمن ہیں،شہادت قرآن کے مطابق ،صدر اسلام سے اب تک اسلام ومسلمان کے کینہ توز،عناد پسند دشمن یہودی رہے ہیں،قرآن ان سے دوستانہ روابط بر قرار کرنے کو منع کرتا ہے۔(لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین آمنوا الیھود) یقیناً آپ مومنین کے سلسلہ میں شدید ترین دشمن یہود کو پائیں گے۔

نوع چہارم :منافقین قرآن مجید نے منافقین کے اصلی خد و خال اور خصوصیت نیز ان کی خطرناک حرکتوں کو اجاگر کرنے کے سلسلہ میں بہت زیادہ اہتمام اور بند وبست کیا ہے،تین سوسے زیادہ آیات میں ان کے طرز عمل کو افشا کرتے ہوئے مقابلہ کرنے کی راہ اور طریقہ کو پیش کیا گیا ہے۔یہ قرآنی آیتیں جوتیرہ سوروں کے ذیل میں بیان کی گئی ہیں بحث حاضر،قرآن میں چہرۂنفاق کا اصلی محور و

موضوع ہیں۔گر چہ اہل بیت اطہار علیہم السلام ارواحنا لھم ا لفداء کے زرین اقوال بھی روایات واحادیث کی شکل میں تناسب مباحث کے اعتبار سے پیش کئے جائیں گے۔

قرآن میں نفاق و منافقین: منافقین کی خصوصیت وصفات کی شناخت کے سلسلہ میں ،قرآن اکثر مقام پر جو تاکید کر رہا ہے وہ تاکید کفار کے سلسلہ میں نظر نہیں آتی ،اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار علی الاعلان، مومنین کے مد مقابل ہیں ،اور اپنی عداوت خصومت کا اعلانیہ اظہار بھی کرتے ہیں، لیکن منافقین وہ دشمن ہیں جو دوستی کا لباس پہن کر اپنی ہی صف میں مستقر ہوتے ہیں،اور اس طریقہ سے وہ شدید ترین نقصان اسلام اور مسلمین پر وارد کرتے ہیں،منافقین کا مخفیانہ و شاطرانہ طرز عمل ایک طرف ،ظواہر کے آراستگی دوسری طرف ،اس بات کا موجب بنتی ہے کہ سب سے پہلے ان کی شناخت کے لئے خاص بینایی وبصیرت چاہئے،دوسرے ان کا خطرہ وخوف آشکار دشمن سے کہیں زیادہ ہوتا ہے ۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں ’’: کن للعدو المکاتم اشد حذر منک للعدو المبارز ؛آشکار و ظاہر دشمن کی بہ نسبت با طن و مخفی دشمن سے بہت زیادہ ڈرو۔آیت اللہ شہید مطہری ،معاشرہ میں نفاق کے شدید خطرے نیز نفاق شناسی کی اہمیت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔میں نہیں سمجھتا کہ کوئی نفاق کے خطرے اورنقصان جو کفر کے خطرے اورضررسے کہیں زیادہ وشدید تر ہے، تردید کا شکار ہو ،اس لئے کے نفاق ایک قسم کا کفر ہی ہے ،جو حجاب کے اندر ہے جب تک حجاب کی چلمن اٹھے اوراس کا مکروہ وزشت چہرہ عیاں ہو،تب تک نہ جانے کتنے لوگ دھوکے و فریب کے شکارا ور گمراہ ہو چکے ہوں گے،کیوں مولائے کائنات امیر المومنین علی،کی پیش قدمی کی حالت ،رسول ،اسلام سے فرق رکھتی ہے ،ہم شیعوں کے عقیدہ کے مطابق امیر المومنین علی علیہ السلام کا طریقۂ کا ر،رسول ،اسلام سے جدا نہیں ہے ،کیوں پیامبر اسلامؐ کی پیش قدمی اتنی سریع ہے کہ ایک کے بعد ایک دشمن شکست سے دوچار ہوتے جا رہے ہیں،لیکن جب مولائے کائنات امیر المومنین علی علیہ السلام دشمنوں کے مد مقابل آتے ہیں ،تو بہت ہی فشار و مشکلات میں گرفتار ہو جاتے ہیں،ان کو رسولؐ اسلام جیسی پیش رفت حاصل نہیں ہوتی،صرف یہی نہیں بلکہ بعض مواقع پر آپ کو دشمنوں

سے شکست کا بھی سامنا کر نا پڑتا ہے،ایسا کیوں ہے؟! صرف اس لئے کہ پیامبر عظیمؐ الشان کا مقابلہ کافروں سے تھا اور امیر المومنینؑ کا مقابلہ منافقین گروہ سے تھا سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۱سے استفادہ ہوتا ہے کہ کبھی چہرۂ نفاق اس قدر غازۂ ایمان سے آراستہ ہوتا ہے کہ پیامبر اسلامؐ کے لئے بھی عادی علم کے ذریعہ اس کی شناخت مشکل ہو جاتی ہے، اللہ ہے جو وحی کے وسیلہ سے اس جماعت کا تعارف کراتا ہے۔ (وممّن حولکم من الاعراب منافقون ومن اہل المدینة مردوا علی النفاق لاتعلمهم نحن نعلمهم سنعذّبهم مرّتین ثم یردّون الی عذاب عظیم) اور تمہارے گرد دیہاتیوں میں بھی منافقین ہیں اور اہل مدینہ میں تو وہ بھی ہیں جو نفاق میں ماہر اور سرکش ہیں تم ان کو نہیں جانتے ہو لیکن ہم خوب جانتے ہیں ہم عنقریب ان پر دہرا عذاب کریں گے اس کے بعد وہ عذاب عظیم کی طرف پلٹا دئے جائیں گے۔

مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ،اسلامی معاشرہ میں نفاق کے آفات و خطرات کا اظہار کرتے ہوئے نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں:(و لقد قال لی رسول اللہ:انی لا اخاف علی امتی مومنا ولا مشرکا اما المؤمن فیمنعہ اللہ بایمانہ واما المشرک فیقمعہ اللہ بشرکہ ولکنی اخاف علیکم کل منافق الجنان ،عالم اللسان یقول ما تعرفون ویفعل ما تنکرون) رسول اکرم حضرت محمد مصطفیؐ نے مجھ سے فرمایا ہے :میں اپنی امت کے سلسلہ میں نہ کسی مومن سے خوف زدہ ہوں اور نہ مشرک سے ،مومن کو اللہ اسکے ایمان کی بنا پر برائی سے روک دے گا اور مشرک کو اس کے شرک بنا پر مغلوب کر دے گا، سارا خطرہ ان لوگوں سے ہے جو زبان کے عالم اور دل کے منافق ہیں کہتے وہی ہیں، جو تم سب پہچانتے ہو اور کرتے وہ ہیں جسے تم برا سمجھتے ہو ۔ اسی نفاق کے خدو خال کی پیچیدگی کی بنا پر حضرت علیؑ کی زمام داری کی پانچ سال کی مدت میں دشمنوں سے جنگ کی مشکلات کہیں زیادہ پیامبرؐ اسلام کی مشکلات وزحمات سے تھیں ۔پیامبر عظیمؐ الشان ان افراد سے بر سر پیکار تھے جن کا نعرہ تھا بت زندہ باد لیکن امیر المومنین حضرت علیؑ ان افراد سے مشغول مبارزہ وجنگ تھے جن کی پیشانیوں پر کثرت سجدہ کی بنا پر نشان پڑے ہوئے تھے ۔ حضرت علیؑ ان افراد سے جنگ وجدال کر رہے تھے جن کی رات گئے تلاوت قرآن کی صداء دلسوز حضرت کمیلؓ جیسی فرد پر بھی اثرانداز ہو گئی تھی آپ کا مقابلہ ایسے

صاحبان اجتہاد سے تھا جو قرآن سے استنباط کرتے ہوئے آپ سے لڑ رہے تھے وہ افراد جو راہ خدا میں معرکہ و جہاد کے اعتبار سے درخشاں ماضی رکھتے تھے یہاں تک کہ بعض کو تمغہ جانبازی و فداکاری بھی حاصل تھا، لیکن دنیا پرستی نے ان صاحبان صفات وکردار کو حق کے مقابل لاکھڑا کیا ۔

پیامبر اکرم ؐنے زبیر کو (سابقہ ،فداکاری ومعرکہ آرائی دیکھتے ہوئے) سیف الاسلام کے لقب سے نوازا تھا اور طلحہ جنگ احد کے جانباز ودلیر تھے ،ایسے رونما ہونے والے حالات و حادثات کا مقابلہ کرنا علوی بصیرت ہی کا کام ہے ۔قابل توجہ یہ ہے کہ مولائے کائنات نے نہج البلاغہ میں ایسے افراد سے جنگ کرنے کی بصیرت وبینائی پر افتخار کرتے ہوئے فرماتے ہیں میرے علاوہ کسی بھی فرد کے اندر یہ صلاحیت نہ تھی جو ان سے مقابلہ ومبارزہ کرتا ۔

(ایھا الناس انی فقات عین الفتنۃ ولم یکن لیجتری علیھا احد غیری) لوگو !یاد رکھو میں نے فتنہ کی آنکھ کو پھوڑدیا ہے اوریہ کام میرے علاوہ کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا ہے ۔قرآن مجید حکم دے رہا ہے کے اپنے آشکار و مخفی دشمنوں کو خوفزدہ کرنے کیلئے پوری قوت سے مستعدرہو اور طاقت حاصل کرو تا کہ تمہاری قدرت واقتدار ان کی خلاف ورزی روکنے کا ذریعہ ہو جائے ۔(واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃومن رباط الخیل ترھبون بہ عدواللہ وعدوکم آخرین من دونھم لا تعلمونھم اللہ یعلمھم) اور تم سب ان کے مقابلہ کیلئے امکانی قوت اور گھوڑوں کی صف بندی کا انتظام کرو جس سے اللہ کے دشمن اپنے دشمن اور ان کے علاوہ جن کو تم نہیں جانتے ہو اور اللہ جانتا ہے (منافقین) سب کو خوفزدہ کردو ۔اس آیت سے استفادہ ہوتا ہے کہ اسلامی نظام میں طاقت وقدرت کا حصول تجاوز و قانون کی خلاف ورزی روکنے کا وسیلہ ہے نہ تجاوز گری کا ذریعہ ۔منافقین ان افراد میں سے ہیں جو ہمیشہ اسلامی نظام و سرزمین پر تعرض و تجاوز کا خیال رکھتے ہیں لہذا نظامی وانتظامی اعتبار سے آمادگی اورمعاشرہ کا صاحب بصارت و دانائی ہونا سبب ہوگا کہ وہ اپنے خیال خام سے باز رہیں، اس نکتہ کابیان بھی ضروری ہے کہ قوت وقدرت کا حصول (آمادگی) صرف جنگ ومعرکہ آرائی پر منحصر نہ ہو اگر چہ جنگ ورزم میں مستعد ہونا ،اس کے ایک روشن وواضح مصادیق میں سے ہے، لیکن دشمن کی خصوصیت

،اس کے حملہ آور وسائل کی شناخت و پہچان کے لئے بصیرت کا وجود، حصول قدرت واقتدار کے ارکان میں سے ایک ہے ۔ جب کہ منافقین کا شمار خطرناک ترین دشمنوں میں ہوتا ہے لہذا، نفاق اور اس کی خصوصیت و صفات کی شناخت ان چند ضرورتوں میں سے ایک ہے جسے عالم اسلام ہمیشہ قابل توجہ قرار دے ۔اس لئے کہ ممکن ہے ہزار چہرے والے دشمن (منافق) سے غفلت ورزی، شاید اسلامی نظام و مسلمانوں کے لئے ایسی کاری ضرب ثابت ہوجو التیام وبہبود کے قابل ہی نہ ہو۔

نفاق کے لغوی و اصطلاحی معانی لفظ نفاق کا ریشہ اورا سکے اصل

لفظ نفاق کے معنی،کفر کو پوشیدہ ،اور ایمان کاظاہر کرنا ہے،نفاق کا استعمال اس معنی میں پہلی مرتبہ قرآن میں ہواہے،عرب نے اسلام سے قبل اس معنی کا استعمال نہیں کیا تھا ،ابن اثیر تحریر کرتے ہیں:(و ہو اسم لم یعر فہ العرب بالمعنی المخصوص وہو الذی یستر کفرہ ویظہر ایمانہ) لفظ نفاق کا اس خاص معنی میں استعمال لغت کے اعتبار سے چار احتمال ہو سکتا ہے: پہلا احتمال: یہ ہے کہ نفاق بمعنی اذھاب واھلاک کے ہیں،جیسے (نفقت الدابۃ) کہ حیوان کے بر باد وہلاک ہو جانے کے معنی میں ہے۔نفاق کا اس معانی سے تناسب یہ ہے کہ منافق اپنے نفاق کی بنا پراس میت کے مثل ہے جو برباد و تباہ ہو جاتی ہے۔

دوسرا احتمال :نفاق ذیل عبارت سے اخذ کیا گیاہے:((نفقت السلعۃ اذا راجت وکثرت طلا بہا))وہ سامان جو بہت زیادہ رائج ہواور اس کے طلب گار بھی زیادہ ہوں تو یہاں پر لفظ ''نفق''کا استعمال ہوتا ہے،اس بنا پر اہل لغت کا اصطلاحی مفہوم سے مرتبط ہو تے ہوئے،نفاق یہ ہے کے منافق ظاہر میں اسلام کو رواج دیتا ہے،کیوں کہ اسلام کے طلب گار زیادہ ہوتے ہیں ۔

تیسرا احتمال :نفاق،زمین دوز راستہ کے معنی میں استعمال ہواہے۔ (النفق سرب فی الارض لہ مخلص الی المکان) اس اصل کے مطابق منافق ان افراد کے مثل ہے جو خطرات کی بنا پر زمین دوز راستہ (سرنگ)میں مخفی ہو جائے،یعنی منافق بھی اسلام کے لباس کو زیب تن کرکے خود کو محفوظ کر لیتا ہے اگر چہ مسلمان نہیں ہوتا ہے۔چوتھا احتمال :نفاق کا ریشہ ''نافقاء''ہے،صحرائی

چوہے اپنے گھر کے لئے دو راستہ بنا تے ہیں ایک ظاہرو آشکار راستہ ،اس کا نام ''قاصعاء'' ہے،دوسرا مخفی وپوشیدہ راستہ ،اس کا نام ''نافقاء'' ہے،جب صحرائی چوہا خطرہ کا احساس کرتا ہے تو ،قاصعاء سے داخل ہوکر نافقاء سے فرار کرتا ہے ۔

اس احتمال کی بنا پر ،منافق ہمیشہ خروج کے لئے دو راستہ اپناتا ہے ،ایمان پر کبھی بھی ثابت قدم نہیں رہتا اگر چہ اس کا حقیقی راستہ کفر ہے لیکن اسلام کا ظاہر کرکے اپنے کو خطرے سے بچا لیتا ہے ۔ابتدا دو احتمال یعنی ،نفاق بمعنی ہلاک ہونے اورترویج پانے کے سلسلہ علماء لغت کی طرف سے کوئی تائید نہیں ملتی ہے ،لہذا ان معانی سے اعراض کر نا چاہئے،لیکن تیسرے اورچوتھے احتمال میں سے کون سا احتمال اساسی وبنیادی ہے اس کے لئے مزید بحث و مباحثہ کی ضرورت ہے ۔

تمام مجموعی احتمالات سے ایک نکتہ ضرور سامنے آتا ہے ،وہ یہ کہ نفاق کے معانی میں دو عنصر قطعاً موجود ہے،ا:عنصر دو رخی ،۲:عنصر پوشیدہ کاری اس بناپر نفاق کے معانی میں دو رخی و پوشیدہ کاری کا بھی اضافہ کر دینا چاہئے،منافق وہ ہے جودو روئی کا حامل ہوتا ہے،اور اپنی اس صفت کو پوشیدہ بھی رکھتا ہے ۔

قرآن واحادیث میں نفاق کے معانی

روایات وقرآن میں نفاق دو معانی اوردوعنوان سے استعمال ہوا ہے: ا۔ اعتقادی نفاق:قرآن وحدیث میں نفاق کا پہلا عنوان اسلام کا ظاہر کرنا،اور باطن میں کافر ہونا ،اس نفاق کو اعتقادی نفاق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔قرآن میں جس مقام پر بھی نفاق کالفظ استعمال ہواہے یہی معنی منظور نظر ہے یعنی کسی فرد کا ظاہر میں اسلام کا دم بھرنا، لیکن باطن میں کفر کا شیدائی ہونا ۔ سورہ منافق کی پہلی آیت اسی معنیٰ کو بیان کر رہی ہے ۔(اذا جاء ک المنافقون قالوا نشہد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشہد ان المنافقون لکاذبون)پیغمبر! یہ منافقین آپ کے پاس آتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کے آپ اللہ کے رسول ہیں،اور اللہ بھی جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہے لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کے یہ منافقین اپنے قول میں جھوٹے ہیں۔سورہ نساء میں منافقین کی باطنی

وضعیت اس طریقہ سے بیان کی گئی ہے۔ (ودّو لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء) یہ منافقین چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح کافر ہو جاؤ اور سب برابر ہو جائیں۔اس بنیاد پر امکان ہے کے مسلمانوں میں بعض افراد ایسے ہوں جو اسلام کا اظہار کرتے ہوں اور باطن میں دین اور اس کی حقانیت پر اعتقاد نہ رکھتے ہوں۔

لیکن ان کے اس فعل کا محرک کیا ہے؟اس کا ذکر تاریخ نفاق کی فصل میں بیان ہو گا،اس نوعیت کے افراد کا فعل نفاق ہے اور ان کو منافق کہا جاتا ہے ۔یقیناً بعض افراد کا اسلام ،جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے اسی زمرہ میں آتا ہے،مثال کے طور پر ابو سفیان کا اسلام پیامبر عظیم الشان کے بعد کے واقعات، خصوصاً عثمان کے دورہ خلافت میں ظاہر ہو جاتا ہے کہ،ان کا اسلام چال بازی اور مکاری سے لبریز تھا ،آہستہ آہستہ خلافتی ڈھانچے میں اثر ورسوخ بڑھاتے ہوئے اسلام کے پردے میں کفر ہی کی پیروی کرتے تھے ،یہاں تک کے عثمان کے عصر خلافت میں ابوسفیان ،سید الشہدا حضرت حمزہ کی قبر کے پاس آکر کہتا ہے ،اے حمزہ !کل جس اسلام کیلئے تم جنگ کر رہے تھے،آج وہ اسلام گیند کے مثل میری اولاد میں دست بدست ہو رہا ہے۔

ابو سفیان ،خلافت عثمان کے ابتدائی ایام میں خاندان بنی امیہ کے اجتماع میں اپنے نفاق کا اظہار یوں کرتا ہے،خاندان تمیم وعدی (ابوبکر وعمر کے بعد)خلافت تم کو نصیب ہوئی اس سے گیند کی طرح کھیلتے رہو اور اس گیند (خلافت)کے لئے قدم،بنی امیہ سے انتخاب کرو،یہ خلافت صرف سلطنت وبشر کی سرداری ہے اور جان لو کہ میں ہرگز جنت وجہنم پر ایمان نہیں رکھتا ہوں جس وقت ابوبکر نے امور خلافت کواپنے ہاتھ میں لیا ابو سفیان چاہتا تھا کہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف وتفرقہ پیدا ہو جائے اور اسی غرض کے تحت مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے حمایت ومساعدت کی پیشکش کرتا ہے لیکن حضرت علی علیہ السلام اس کو اچھے طریقہ سے پہچانتے تھے پیشکش کو ٹھکراتے ہوئے فرمایا :تم اور حق کے طرفدار ؟!تم تو روز اوّل ہی سے اسلام ومسلمان کے دشمن تھے آپ نے اس کی منافقانہ بیعت کے دراز شدہ دست کو رد کرتے ہوئے چہرہ کو موڑ لیا۔بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ ابو سفیان ان افراد میں سے تھا جن کے جسم وروح،اسلام سے،بیگانے تھے اور صرف اسلام کا اظہار کرتا تھا۔

۲۔اخلاقی نفاق:نفاق کا دوسرا عنوان اور معنی جو بعض روایات میں استعمال ہوا ہے اخلاقی نفاق ہے یعنی دینداری کا نعرہ بلند کرنا،لیکن دین کے قانون پر عمل نہ کرنا،اس کواخلاقی نفاق سے تعبیر کیا گیا ہے البتہ اخلاقی نفاق کبھی فردی اور کبھی اجتماعی پہلوؤں میں رو نما ہوتا ہے،وہ فرد جو اسلام کے فردی احکام وقوانین اوراس کی حیثیت کو پامال کر رہا ہو وہ فردی اخلاقی نفاق میں مبتلا ہے اور وہ شخص جو معاشرے کے حقوق واجتماعی احکام کو جیسا کہ اسلام نے حکم دیا ہے نہ بجا لاتا ہو تو ،وہ نفاق اخلاق اجتماعی سے دو چار ہے۔فردی ،نفاق اخلاق کی چند قسمیں ،ائمہ حضرات کی احادیث کے ذریعہ پیش کی جارہی ہیں ،حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: اظہرالناس نفاقاً من امر با لطاعۃ ولم یعمل بہا و نہی عن المعصیۃ و لم ینتہ عنھا) کسی فرد کا سب سے واضح ونمایاں نفاق یہ ہے کہ اطاعت (خداوندمتعال) کا حکم دے لیکن خود مطیع وفرمان بردارنہ ہو،گناہ وعصیان کو منع کرتا ہے لیکن خود کو اس سے باز نہیں رکھتا۔

حضرت امام صادق،مرسل اعظمؐ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (مازاد خشوع الجسد علی مافی القلب فھو عندنا نفاق) جب کبھی جسم (ظاہر)کا خشوع ،خشوع قلب (باطن)سے زیادہ ہو تو ایسی حالت ہمارے نزدیک نفاق ہے ۔ حضرت امام زین العابدین،اخلاقی نفاق کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: (ان المنافق ینہی و لاینتہی ویامر بما لا یاتی ۔۔۔یمسی وہمہ العشا وہو مفطر ویصبح وہمہ النوم ولم یسہر) یقیناً منافق وہ شخص ہے جولوگوں کو منع کرتا ہے لیکن خود اس کام سے پرہیز نہیں کرتا ہے،اور ایسے کام کا حکم دیتا ہے جس کو خود انجام نہیں دیتا،اور جب شب ہوتی ہے تو سواء شام کے کھانے کے اسے کسی چیز کی فکر نہیں ہوتی حالانکہ وہ روزہ سے بھی نہیں ہوتا ،اور جب صبح کو بیدار ہوتا ہے تو سونے کی فکر میں رہتا ہے،حالانکہ شب بیداری بھی نہیں کرتا (یعنی ہدف ومقصد صرف خواب وخوراک ہے) ۔ ذکر شدہ روایات اور اس کے علاوہ دیگر احادیث جو ان مضامین پر دلالت کرتی ہیں ان کی روشنی میں بے عمل عالم اور ریاکار شخص کا شمار انہیں لوگوں میں سے ہے جو فردی اخلاقی نفاق سے دو چار ہوتے ہیں ۔

نفاق اخلاقی اجتماعی کے سلسلہ میں معصومینؑ سے بہت سی احادیث صادر ہوئی ہیں ،چند عدد پیش کی جارہی ہیں ۔امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: (ان المنافق ۔۔۔ان حدثک کذبک وان ائتمنہ خانک وان غبت اغتابک وان وعدک اخلفک)

منافق جب تم سے گفتگو کرے تو جھوٹ بولتا ہے ،اگر اس کے پاس امانت رکھو تو خیانت کرتا ہے ،اگر اس کی نظروں سے اوجھل رہو تو غیبت کرتا ہے ،اگر تم سے وعدہ کرے تو وفا نہیں کرتا ہے۔

پیامبر عظیمؑ الشان نفاقِ اخلاقی کے صفات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (اربع من کن فیہ فھو منافق وان کانت فیہ واحدۃ منھن کانت فیہ خصلۃ من النفاق من اذا حدّث کذب واذا وعد اخلف واذا عاہد غدر واذا خاصم فجر) چار چیزیں ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی کسی میں پائیں جائیں تو وہ منافق ہے ،جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے ،وعدہ کرے تو پورا نہ کرے ،اگر عہد وپیمان کرے تو اس پر عمل نہ کرے ،جب پیروز وکامیاب ہوجائے تو برے اعمال کے ارتکاب سے پرہیز نہ کرے۔امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: (کثرۃ الوفاق نفاق) کسی شخص کا زیادہ ہی وفاقی اور سازگاری مزاج و طبیعت کا ہونا یہ اس کے نفاق کی علامت ہے۔ظاہر سی بات ہے کہ صاحب ایمان ہمیشہ حق کا طرف دار ہوتا ہے اور حق کا مزاج رکھنے والا کبھی بھی سب سے خاص کر ان لوگوں سے جو باطل پرست ہیں سازگار و ہمراہ نہیں ہوتا ،دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے ،صاحب ایمان ابن الوقت نہیں ہوتا ۔

نفاق اجتماعی کا آشکار ترین نمونہ اجتماعی زندگی و معاشرے میں دو روئی اوردو زبان کا ہونا ہے یعنی انسان کا کسی کے حضور میں تعریف وتمجید کرنا لیکن پس پشت مذمت و برائی کرنا۔صاف وشفاف گفتگو ،حق وصداقت کی پرستاری ،صاحب ایمان کے صفات میں سے ہیں ،صرف چند ایسے خاص مواقع میں جہاں اہم حکمت اس بات کا اقتضا کرتی ہے جیسے جنگ اور اس کے اسرار کی حفاظت،افراد اورجماعت میں صلح ومصالحت کی خاطر صدق گوئی سے اعراض کیا جاسکتا ہے پیامبر اکرم حضرت محمد مصطفےؐ اس نوعیت کے نفاق کے انجام ونتیجہ کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: (من کان لہ وجھان فی الدنیا کان لہ لسانان من نار یوم القیامۃ)جو شخص بھی دنیا میں دو چہرے والا ہوگا ،آخرت میں اسے دو آتشی زبان دی جائے گی۔امام حضرت محمد باقرؑ بھی اخلاقی نفاق کے خد وخال کی مذمت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (بئس العبد یکون ذاوجھین و ذالسانین یطری اخاہ شاہداًویاکلہ غائباً ان اعطی حسدہ وان ابتلی

خذلہ) بہت بد بخت وبد سر شت ہے ،وہ بندہ جو دو چہرے اور دو زبان والاہے ،اپنے دینی بھائی کے سامنے تو تعریف و تمجید کرتا ہے اوراس کیفیت میں اس کونا سزا کہتا ہے ،اگر اللہ اس کے دینی بھائی کو کچھ عطا کر تا ہے تو حسد کرتا ہے ،اگر کسی مشکل میں گرفتار ہوتا ہے تو اس کی اہانت کرتا ہے ۔

اسلام میں وجود نفاق کی تاریخ

مشہور نظریہ مشہورومعروف نظریہ ،نفاق کے وجودوآغاز کے سلسلہ میں یہ ہے کہ نفاق کی بنیاد مدینہ میں پڑی،اس فکر ونظر کی دلیل یہ ہے کہ مکہ میں مسلمین بہت کم تعداد اور فشار میں تھے ،لہذا کم تعداد افراد سے مقابلے کے لئے ،کفار کی طرف سے منافقانہ و مخفیانہ حرکت کی کوئی ضرورت نہیں تھی ،مکہ کے کفار و مشرکین علی الاعلان آزار و اذیت، شکنجہ دیا کرتے تھے ۔ عظیم الشانپیامبر اسلام حضرت محمد مصطفیؐ کے مدینہ ہجرت کرنے کی بنا پر اسلام نے ایک نئی کروٹ لی ،روز بروز اسلام کے اقتدار وطاقت ،شان وشوکت میں اضافہ ہونے لگا ،لہذا اس موقع پر بعض اسلام کے دشمنوں نے اسلام کی نقاب اوڑھ کر دینداری کا اظہار کرتے ہوئے اسلام کو تباہ ونابود کرنے کی کوشش شروع کردی،اسلام کا اظہار اس لئے کرتے تھے تا کہ اسلام کی حکومت وطاقت سے محفوظ رہ سکیں،لیکن باطن میں اسلام کے جگر خوار وجانی دشمن تھے ،یہ نفاق کا نقطہ آغاز تھا،خاص کر ان افراد کے لئے جن کی عملداری اور سرداری کو شدید جھٹکا لگا تھا ،وہ کچھ زیادہ ہی پیامبر اکرم اوران کے مشن سے عناد و کینہ رکھنے لگے تھے ۔ عبداللہ ابن ابیؔ انہی منافقین میں سے ایک تھا ،رسول اسلام کے مدینہ ہجرت کرنے سے قبل اوس و خزرج مدینہ کے دو طاقتور قبیلہ کی سرداری اسے نصیب ہونی تھی، لیکن بد نصیبی سے واقعۂ ہجرت پیش آنے کی بنا پر سرداری کے یہ تمام پروگرام خاکستر ہو کر رہ گئے،بعد میں گر چہ اس نے ظاہراً اسلام قبول کرلیا ،لیکن رفتاروگفتار کے ذریعہ ،اپنے بغض وکینہ ،عناد و عداوت کا ہمیشہ اظہار کرتا رہا ،یہ مدینہ میں جماعت نفاق کا رئیس وافسر تھا،قرآن مجید کی بعض آیات میں اس کی منافقانہ اعمال و حرکات کی نشاندہی کی گئی ہے ۔جب پیامبر اکرمؐ مدینہ وارد ہوئے،اس نے پیامبر عظیمؐ الشان سے کہا : ہم فریب میں پڑنے والے نہیں ،ان کے پاس جاؤ جو تم کو یہاں لائے ہیں اور تم کو فریب دیا ہے،عبداللہ ابن ابیؔ کی اس

ناسزا گفتگو کے فوراً بعد ہی سعد بن عبادہ رسول اسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی آپ غمگین و رنجیدہ خاطر نہ ہوں ،اوس وخزرج کاارادہ تھا کہ اس کواپنے اپنے قبیلہ کا سردار بنائیں گے،لیکن آپ کے آنے سے حالات یکسر تبدیل ہو چکے ہیں ،اس کی فرمان روائی سلب ہو چکی ہے ،آپ ہمارے قبیلے خزرج میں تشریف لائیں ،ہم صاحب قدرت اوربا وقارافراد ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ نفاق کا مبدا ایک اجتماعی ومعاشرتی پر وگرام کے تحت مدینہ ہے،نفاقِ اجتماعی کے پروگرام کی شکل گیری کا اصل عامل حق کی حاکمیت و حکومت ہے ،جو پہلی مرتبہ مدینہ میں تشکیل ہوئی پیامبر عظیمؐ الشان کا مدینہ میں وارد ہونا واسلام کا روزبروز قوی و مستحکم ہو نا باعث ہوا کہ منافقین کی مرموز حرکات وجود میں آئیں ،البتہ منافقین کی یہ خیانت کارانہ حرکتیں پیامبر اکرم کی جنگوں میں زیادہ قابل لمس ہیں ۔قرآن مجید میں بطور صریح جنگ بدر ،احد،بنی نظیر ،خندق وتبوک نیز مسجد ضرار کے سلسلہ میں منافقین کی سازشیں بیان کی گئی ہیں ۔مدینہ میں جماعت نفاق کے منظم ومرتب پروگرام کے نمونے ،غزوہ تبوک کے سلسلہ میں پیامبر اکرمؐ کے لئے مشکلات کھڑی کرنا ،مسجد ضرار کی تعمیر کے لئے،چال بازی و شعبدہ بازی کا استعمال کرنا ۔

پیامبرؐ اسلام کا غزوۂ تبوک کے لئے اعلان کرنا تھا کہ منافقین کی حرکات میں شدت آگئی،غزوہ تبوک کے سلسلہ میں منافقانہ حرکتیں اپنے عروج پر پہنچ چکی تھیں،مدینہ سے تبوک کا فاصلہ تقریباً ایک ہزار کیلو میٹر تھا ،موسم بھی گرم تھا ،محصول زراعت وباغات کے ایام تھے ،اس جنگ میں مسلمانوں کی مدّ مقابل روم کی سو پر پاور حکومت تھی،یہ تمام حالات منافقین کے فیور (موافق)میں تھے تا کہ زیادہ سے زیادہ افراد کو جنگ پر جانے سے روک سکیں ،اور انھوں نے ایسا ہی کیا ۔منافقین کے ایک اجتماع میں جو سویلم یہودی کے یہاں برپا ہوا تھا ،جس میں منافق جماعت کے بلند پایہ ارکان موجود تھے ،طے یہ ہوا کہ مسلمانوں کو روم کی طاقت وقوت کا خوف دلایا جائے ،ان کے دلوں میں روم کی ناقابل تسخیر فوجی طاقت کا رعب بٹھایا جائے ۔

اس جلسہ اور اہداف کی خبر پیامبرؐ اسلام کو پہنچی ،آپ نے اسلام کے خلاف اس سازشی مرکز کو ختم نیز دوسروں کی عبرت لئے حکم دیا، سویلم کے گھر کو جلادیا جائے آپ نے اس طریقہ سے ایک سازشی جلسہ نیز ان کے ارکان کو متفرق کرکے رکھ دیا مسجد ضرار کی

تعمیر کے سلسلہ میں نقل کیا جاتا ہے کہ منافقین میں سے کچھ افراد رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے،ایک مسجد قبیلۂ بنی سالم کے درمیان مسجد قبا کے نزدیک بنانے کی اجازت چاہی تا کہ بوڑھے بیمار اور وہ جو مسجد قبا جانے سے معذور ہیں خصوصاً بارانی راتوں میں ،وہ اس مسجد میں اسلامی فریضہ اور عبادت الہی کو انجام دے سکیں ،ان لوگوں نے تعمیر مسجد کی اجازت حاصل کرنے کے بعد رسول اسلامؐ سے افتتاح مسجد کی درخواست بھی کی ،آپ نے فرمایا : میں ابھی عازم تبوک ہوں واپسی پر انشاء اللہ اس کام کو انجام دوں گا ،تبوک سے واپسی پر ابھی آپ مدینہ میں داخل بھی نہ ہوئے تھے کہ منافقین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسجد میں نماز پڑھنے کی خواہش ظاہر کی،اس موقع پر وحی کا نزول ہوا جس نے ان کے افعال واسرار کی پول کھول کر رکھدی،پیامبر اکرم نے مسجد میں نماز پڑنے کے بجائے تخریب کا حکم دیا تخریب شدہ مکان کو شہر کے کوڑے اورگندگی ڈالنے کی جگہ قرار دیا ۔اگر اس جماعت کے فعل کی ظاہری صورت کا مشاہدہ کریں تو پیامبر کے ایسے حکم سے حیرت ہوتی ہے لیکن جب اس قضیہ کے باطنی مسئلہ کی تحقیق و جستجو کریں تو حقیقت سامنے آتی ہے ،یہ مسجد جو خراب ہونے کے بعد مسجد ضرار کے نام سے مشہور ہوئی ،ابو عامر کے حکم سے بنائی گئی تھے ،یہ مسجد نہیں بلکہ جاسوسی اورسازشی مرکز تھا،اسلام کے خلاف جاسوسی وتبلیغ اور مسلمانوں کے درمیان ایجاد تفرقہ ایجاد کرنااس کے اہداف ومقاصد تھے ابو عامر مسیحی عالم تھا زمانۂ جاہلیت میں عباد وزہاد میں شمار ہوتا تھا اور قبیلۂ خزرج میں وسیع عمل ودخل رکھتا تھا ،جب مرسل اعظم نے مدینہ ہجرت فرمائی مسلمان آپ کے گرد جمع ہوگئے خصوصاً جنگ بدر میں مسلمانوں کی مشرکوں پر کامیابی کے بعد اسلام ترقی کرتا چلا گیا ،ابو عامر جو پہلے ظہور پیامبرؐ کا مژدہ سناتا تھا جب اس نے اپنے اطراف وجوانب کو خالی ہوتے دیکھا اسلام کے خلاف اقدام کرنا شروع کردیا،مدینہ سے بھاگ کر کفار مکہ اوردیگر قبائل عرب سے پیامبر اسلام کے خلاف مدد حاصل کرنی چاہی ،جنگ احد میں مسلمانوں کے خلاف پروگرام مرتب کرنے میں اس کا بڑا ہاتھ تھا ، دونوں لشکر کی صفوں کے درمیان میں خندق کے بنائے جانے کا حکم اسی کی طرف سے تھا ،جسمیں پیامبرؐ اکرم گر پڑے آپ کی پیشانی مجروح ہوگئی دندان مبارک ٹوٹ گئے، جنگ احد کے تمام ہونے کے بعد، باوجود اس کے کہ مسلمان اس جنگ میں کافی مشکلات وزحمات سے دوچار تھے،اسلام

مزید ارتقا کی منزلیں طے کرنے لگا صداء اسلام پہلے سے کہیں زیادہ بلند ہونے لگی ابو عامر، یہ کامیابی و کامرانی دیکھ کر مدینہ سے بادشاہ روم ہرقل کے پاس گیا تا کہ اس کی مدد سے اسلام کی پیش رفت کو روک سکے، لیکن موت نے فرصت نہ دی کہ اپنی آرزو و خواہش کو عملی جامہ پہنا سکے، لیکن بعض کتب کے حوالہ سے کہا جاتا ہے، کہ وہ پادشاہ روم سے ملا اور اس نے حوصلہ افزا وعدے بھی کئے۔

اس نکتہ کو بیان کردینا بھی ضروری ہے کہ اس کی تخریبی حرکتیں اور عناد پسند طبیعت کی بنا پر پیامبرؐ اسلام نے اسے فاسد کا لقب دے رکھا تھا، بہر حال اس کے قبل کہ وہ واصل جہنم ہو ایک خط مدینہ کے منافقین کے نام تحریر کیا جسمیں لشکر روم کی آمد اور ایک ایسے مکان و مقام کی تعمیر کا حکم تھا جو اسلام کے خلاف سازشی مرکز ہو، لیکن چونکہ ایسا مرکز منافقین کے بنانا چنداں آسان نہیں تھا لہذا انھوں نے مصلحتاً معذوروں، بیماروں، بوڑھوں کی آڑ میں مسجد کبنیاد ڈال کر ابو عامر کے حکم کی تعمیل کی، مرکز نفاق مسجد کی شکل میں بنایا گیا، مسجد کا امام جماعت ایک نیک سیرت جوان بنام مجمع بن حارثہ کو معین کیا گیا، تا کہ مسجد قبا کے نماز گذاروں کی توجہ اس مسجد کی طرف مبذول کی جا سکے، اور وہ اسمیں کسی حد تک کامیاب بھی رہے، لیکن اس مسجد کے سلسلہ میں آیات قرآن کے نزول کے بعد پیامبر اکرمؐ نے اس مرکز نفاق کو خراب کرنے کا حکم دے دیا تاریخ کا یہ نمونہ جسے قرآن بھی ذکر کر رہا ہے منافقین کی مدینہ میں منظم کارکردگی کا واضح ثبوت ہے ۔

مشہور نظریہ کی تحقیق

مشہور نظریہ کے مطابق نفاق کا آغاز مدینہ ہے، اور نفاق کا وجود، حکومت و قدرت سے خوف وہراس کی بنا پر ہوتا ہے، اس لئے کہ مکہ کے مسلمانوں میں قدرت و طاقت والے تھے ہی نہیں، لہذا وہاں نفاق کا وجود میں آنا بے معنی تھا، صرف مدینہ میں مسلمان صاحب قدرت و حکومت تھے لہذا نفاق کا مبداء مدینہ ہے ۔ لیکن نفاق کی بنیاد صرف حکومت سے خوف و وحشت کی بنا پر ہو اس کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ اسلام میں منصب وقدرت کے حصول کی طمع بھی نفاق کے وجود میں آنے کا عامل ہو سکتی ہے، لہذا ، نفاق کی

دو قسم ہونی چاہئے:ا۔نفاقِ خوف:ان افراد کا نفاق جو اسلام کی قدرت واقتدار سے خوف زدہ ہو کر اظہار اسلام کرتے ہوئے اسلام کے خلاف کام کیا کرتے تھے۔

۲۔ نفاقِ طمع:ان افراد کا نفاق جو اس لالچ میں اسلام کا دم بھرتے تھے کہ اگرایک روز اسلام صاحب قدرت و سطوت ہوا،تو اس کی زعامت ومناصب پرقابض ہو جائیں یااس کے حصّہ دار بن جائیں ۔نفاق برہناء خوف کا سر چشمہ مدینہ ہے،اس لئے کہ اہل اسلام نے قدرت واقتدار کی باگ ڈور مدینہ میں حاصل کیا ۔

لیکن نفاق بر بناء طمع وحرص کا مبدا و عنصر مکہ ہونا چاہئے،عقل وفکر کی بنا بر بعید نہیں ہے کہ بعض افرادروزبروز اسلام کی ترقی،اقتصادی اورسماجی بائیکاٹ کے باوجود اسلام کی کامیابی،مکرر مرسل اعظمؐ کی طرف سے اسلام کے عالمی ہونے والی خوش خبری وغیرہ کو دیکھتے ہوئے دور اندیش ہوں،کہ آج کا ضعیف اسلام کل قوت وطاقت میں تبدیل ہو جائے گا،اسی دور اندیشی و طمع کی بنا پر اسلام لائے ہوں تا کہ آئندہ اپنے اسلام کے ذریعہ اسلام کے منصب وقدرت کے حق دار بن جائیں ۔اس مطلب کا ذکر ضروری ہے کہمنافق طمع کے افعال و کارکردگی منافق خوف کی فعالیت و کار کردگی سے کافی جدا ہے،منافقخوف کی خصوصیت خراب کاری، کارشکنی،بیخ کنی ،اذیت وتکلیف سے دو چار کرنا ہے،جب کہمنافق طمع ایسا نہیں کرتا،بلکہ وہ ایک تحریک کی کامیابی کے سلسلہ میں کوشش کرتے ہیں تا کہ وہ تحریک ایک شکل و صورت میں تبدیل ہو جائے،اور یہ قدرت کی نبض ا رودھڑکن کو اپنے ہاتھوں میں لے سکیں،منافق طمع صرف وہاں تخریبی حرکات کوانجام دیتے ہیں جہاں ان کے بنیادی منافع خطرے میں پڑ جائیں۔

اگر ہم نفاق طمع کے وجود کو مکہ قبول کریں،تو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ نفاقکا وجود اور اس کے آغاز کو مدینہ تسلیم کیا جائے ۔جیسا کہ مفسر قرآن علامہ طباطبائیؒ اس نظریہ کو پیش کرتے ہیں،آپ ایک سوال کے ذریعہ مذکورہ مضمون کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں ،با وجودیکہ اس قدر منافقین کے سلسلہ میں آیات،قرآن میں موجود ہیں،کیوں پیامبرؐ اکرم کی وفات کے بعد منافقین کا چرچا نہیں ہوتا

،منافقین کے بارے میں کوئی گفتگو اور مذاکرات نہیں ہوتے ،کیاوہ صفحہ ہستی سے محو ہو گئے تھے ؟کیا پیامبرؐ اسلام کی وفات کی بنا پر منتشرا ورپراکندہ ہوگئے تھے؟یا اپنے نفاق سے توبہ کر لی تھی؟یااس کی وجہ یہ تھی کے پیامبرؐ اسلام کی وفات کے بعد صاحبان نفاق طمع ،صاحبان نفاق خوف کا تال میل ہو گیا تھا ،اپنی خواہشات وحکمت عملی کو جامۂ عمل پہنا چکے تھے ،اسلام کی حکومت و ثروت پر قبضہ کر چکے تھے اور بہ بانگ دہل یہ شعر پڑ رہے تھے:((لعبت ہاشم بالملک فلا خبر جاء ولا وحی نزل)) خلاصۂ بحث یہ ہے کہ نفاق اجتماعی ایک منظم تحریک کے عنوان سے مدینہ میں ظہور پذیر ہوا ،لیکن نفاق فردی جو بر بناء طمع وحرص عالم وجود میں آیا ہو اس کو انکار کرنے کی کوئی دلیل نہیں ،اس لئے کہ اس نوعیت کا نفاق مکہ میں بھی ظاہر ہو سکتا تھا ،وہ افراد جو پیامبر اسلام کے دستور و حکم سے سر پیچی کرتے تھے ،ان میں بعض وہ تھے جو مکہ میں مسلمان ہوئے تھے ،یہ وہی منافق تھے جو طمع وحرص کی بنا پر اسلام کا اظہار کرتے تھے ۔

مرض نفاق اوراس کے آثار

نفاق، قلب اور دل کی بیماری ہے ،قرآن کی آیات اس باریکی کی طرف توجہ دلاتی ہیں ،پاکیزہ قلب خدا کا عرش اور اللہ کا حرم ہے ،اس میں اللہ کے علاوہ کسی اور کا گذر نہیں ہے ، لیکن مریض و عیب دار دل ،غیر خدا کی جگہ ہے ہوا وہوس سے پر دل شیطان کا عرش ہے،قرآن مجید صریح الفاظ میں منافقین کو عیب داراور مریضِ دل سمجھتا ہے:(فی قلوبہم مرض) نفاق جیسی پُر خطر بیماری میں مبتلا افراد، بزرگترین نقصان وضرر سے دو چار ہوتے ہیں ،اس لئے کہ آخرت میں نجات صرف قلب سلیم (پاکیزہ) کے ذریعہ ہی میسر ہے،ہوا وہوس سے پر، غیر خدا کا محب وغیر خدا سے وابستہ دل نجات کا سبب نہیں ۔ (یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم)اس دن مال اوراولاد کام نہیں آئیں گے ،مگر وہ جو قلب سلیم کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو ۔

قرآن مجید اس مرض و بیماری کی شناخت و واقفیت کے سلسلہ میں کچھ مفید نکات کا ذکر کر رہا ہے ،تمام مسلمانوں کو ان نکات کی طرف توجہ دینی چاہئے تا کہ اپنے قلب ودل کی صحت وسلامتی ونیز مرض کو تشخیص دے سکیں ، نیز ان نکات کے ذریعہ معاشرے کے غیر

سلیم و نادرست قلوب کی شنا سائی کر تے ہوئے ان کے مراکز فساد وفتنہ سے مبارزہ کر سکیں ۔ایک سر سری جائزہ لیتے ہوئے آیاتِ قرآنی جو منافقین کی شناخت میں نازل ہو ئی ہیں ان کو چند نوع میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔وہ آیات جو اسلامی معاشرے میں منافقین کی سیاسی و اجتما عی روش وطرز کو بیان کرتی ہیں ،وہ آیات جو منافقین کی فردی خصوصیت نیز ان کی نفسیاتی شخصیت و عادت کورونما کر تی ہیں ،وہ آیات جو منافقین کی ثقافتی روش وطرز عمل کواجا گر کرتی ہیں،وہ آیات جو منافقین سے مبارزہ ورفتار کے طور وطریقہ کو پیش کر تی ہیں ۔پہلی نوع کی آیات میں منافقین کی سیاسی و معاشرتی اسلوب،اوردوسری نوع کی آیات میں منافقین کی انفرادی ونفسیاتی بیماری کی علامات کا ذکر ہے اورتیسری نوع کی آیات میں منافقین کی کفر ونفاق کے مرض کو وسعت دینے نیز اسلام کو تباہ و برباد کر نے کے طریقے کو بیان کیا گیاہے،چوتھی نوع کی آیات میں منافقین کی کار کر دگی کو بے اثر بنانے کے طریقۂ کا ر کو پیش کیا گیا ہے،اگر چہ قرآن میں جو آیات منافقین کے سلسلہ میں آئی ہیں وہ ان کی اعتقادی نفاق کو بیان کر تی ہیں، مگر جو آیات منافقین کی خصوصیت وصفات کو بیان کر تی ہیں وہ ان کی منافقانہ رفتار وگفتار کو پیش کررہی ہیں خواہ اعتقادی ہو یا نہ ہوں منافقین کے جو خصائص بیان کئے گئے ہیں،منافقانہ رفتار وگفتار کی شناخت کے لئے معیار و پیمانہ قرار دئے گئے ہیں،اس کے مطابق جو فردیا جماعت بھی اس نوع و طرز کی رفتار وروش کی حامل ہوگی اس کا شمار منافقین میں ہو گا ۔

فصل دوّم

منافقین کی سیاسی خصائص

اغیار پرستی

اغیار سے سیاسی روابط اور اس کے ضوابط و اصول قرآن مجید کے شدید منع کرنے کے باوجود منافقین کی سیاسی رفتار کی اہم خصوصیت ،اغیار سے دوستی ورابطہ کا ہونا ہے ،اس بحث میں وارد ہونے ،اوران آیات قرآنی کی تحقیق کرنے سے قبل ،جو منافقین کی اغیار پرستی و دوستی کو برملا کرتی ہیں ضروری ہے کہ ہم بطور اجمال اغیار سے سیاسی رابطہ ورفتار کے اصول جو اسلام نے پیش کی ہیں ،بیان کردیں تا کہ اغیار سے رابطہ اور رفتار کے قوانین ونظریہ کی روشنی میں منافقین کے اعمال ورفتار کا تجزیہ کیا جا سکے ۔

اصل اوّل:شناخت اغیار جیسا کہ اس سے قبل عرض کیا جا چکا ہے نظام وحکومت اسلامی کے کارکنان کا اہم ترین وظیفہ دشمن کی شناخت وپہچان ہے ،قرآن کی مکرر ودائمی نصیحت یہ ہے کہ اپنے دشمن کو پہچانو،ان کے مقاصد واہداف کو سمجھو تا کہ ان سے صحیح مقابلہ کرتے ہوئے ان کی کامیابی کے لئے سد راہ بن جاؤ ۔ قرآن کریم کی بہت زیادہ آیتیں اغیار کی صفات وخواہشات کو بیان کر رہی ہیں تا کہ صاحبان ایمان دشمن و اغیار کی شناخت کے لئے ایک معیار وپیمانہقائم کر سکیں ،قرآن کریم اغیار کے سلسلہ میں جو صفتیں اور علامتیں بیان کر رہا ہے ،ایک خاص عصر و زمان سے مرتبط و محدود نہیں ہے ،بلکہ ہر زمان ومکان میں ان کی سیرت و کر دار کو پر کھنے کی کسوٹی ہے،قرآن کی روشنی میں بطور اختصار اغیار کی سات خصوصیتیں ذکر کی جا رہی ہیں ۔

۱۔رجعت و عقب نشینی کی آرزو رکھنا اغیار کی خواہش مومنین کو رجعت یعنی اسلام سے قبل کی ثقافت و کلچر کی طرف پلٹانے کی ہو تی ہے ،دشمنان اسلام کی دلی تمنا ہو تی ہے کہ، مومنین شرک و کفر کے زمانہ کی طرف پلٹ جائیں ،مومنین سے اسلامی تہذیب و اقدار کو چھین لیں: (ودّوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء) منافقین چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح کافر ہو جاؤاور سب برابر ہو جائیں۔

(ولا یزالون یقا تلونکم حتی یردّوکم عن دینکم ان استطاعوا)) یہ کفار برابر تم لو گوں سے جنگ کر تے رہیں گے،یہا ں تک کہ ان کے بس میں ہو تو تم کو تمہارے دین سے پلٹا دیں.قرآن کی نظر میں کفارا ور بعض اہل کتاب مومنین سے عداوت و دشمنی رکھتے ہوئے ان کو کفر و جاہلیت کی طرف پلٹانا چاہتے ہیں: (یا ایہا الذین آمنوا ان تطیعوا الذین کفروا یردّوکم علی اعقابکم فتنقلبوا خاسرین)اے ایمان والو!اگر تم کفر اختیار کرنے والوں کی اطاعت کرو گے تو یہ تمہیں گزشتہ زمانہ کی طرف پلٹا لے جائیں گے،اور سر انجام تم خو دہی خسارہ و نقصا اٹھانے والوں میں ہو گے.

(ودّ کثیر من اہل الکتاب لو یردّو نکم من بعد ایمانکم کفار حسدا من عند انفسہم من بعد ما تبیّن لہم الحق) بہت سے اہل کتاب حسد کی بنا پر یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں ایمان کے بعد کافر بنا دیں حالانکہ حق ان پر بالکل واضح وآشکار ہو چکا ہے۔

۲۔اسلامی اصول واقدار سے انحراف کی تمنا کر نا دشمن کی ایک اہم خواہش یہ ہو تی ہے کے اسلامی حکو مت اور مومنین، اسلامی اصول واقدار سے روگر داں و منحرف ہو جائیں،مومنین سے اسلامی اصول اور اس کے اقدار پر سودا کر نے کے خواہش مند ہو تے ہیں : (ودّوا لو تد ھن فید ھنون) یہ چاہتے ہیں کہ آپ تھوڑا نرم (حق کی راہ سے منحرف)ہو جائیں تا کہ وہ بھیبزم ہو جا ئیں۔اسلامی حکومت میں الٰہی سیاست گزار کو صرف اپنی شرعی ذمہ داری و فرائض کا خیا ل رکھنا ہوتا ہے ،ان کے پرو گرام میں سر فہرست الٰہی مقاصد اور اصولوں کی حفاظت مقصود ہو تی ہے ،ان کے طریقۂ کار میں اصولی و بنیادی مسائل پر سوداگری اور ساز باز کا کوئی مفہوم نہیں ہوتا ہے ۔

لیکن دنیاوی اور مادہ پرست سیاست گذار کا ہدف ومقصد صرف حکومت و استعماریت ہوتا ہے ان کی سیاست کی بساط ،اصول کی سوداگری و ساز وباز پر ہوتی ہے وہی سیاست کہ جس کا معاویہ شیدائی تھا لیکن مولائے کائنات علیؑ ابن ابیطالب شدت سے مخالف تھے ،آپ اس کے طریقۂ کار کو شیطنت و مکرو فریب سمجھتے تھے ۔ حضرت علیؑ ایسی پست سیاست و طرز عمل سے دور تھے،وہ لوگ جو معاویہ کی حرکات کو زیرکی ودانائی تصور کرتے تھے ،امام علیؑ ان کے جواب میں فرماتے ہیں: (واللہ ما معاویۃ بادہیٰ منی و لکنہ یغدر و یفجر و لولا کراہیۃ الغدر لکنت منی ادہیٰ الناس) خدا کی قسم! معاویہ مجھ سے زیادہ ہوشیار و صاحب ہنر نہیں ہے ،لیکن وہ مکر و فریب اور فسق وفجور کا ارتکاب کرتا ہے ،اگر مجھے مکر وفریب ناپسند نہ ہوتا تو مجھ سے زیادہ ہوشیار کوئی نہیں تھا.امیر المومنین حضرت علیؑ اپنی مختصر مدت حکومت و خلافت میں بعض قریبی اصحاب کی نصیحت ومشورہ کے باوجود ہر گز اسلامی اصول سے انحراف و سوداگری کو قطعاً قبول نہیں کرتے تھے،بعض صاحبان تفسیر ابن عباس سے نقل کرتے ہیں یہودی مذہب کے بزرگان ایک نزاع کے سلسلہ میں رسولؐ اکرم کو اسلامی اصول سے منحرف کرنے کی غرض سے آپ کی خدمت میںآئے، اور اپنی آرزؤں کو اس انداز سے پیش کیا ،ہم یہودی قوم ومذہب کے اشراف و عالم ہیں اگر ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے،تو تمام یہودی ہم لوگ کی پیروی کرتے ہوئے آپ پر ایمان لے آئیں گے،لیکن ہمارے ایمان لانے کی شرط یہ ہے کہ آپ اس نزاع میں ہمارے فائدے وحق میں فیصلہ دیں،لیکن مرسل اعظمؐ نے ان کی شرط اور ایمان لانے کی لالچ کو ٹھکرادیا ،اسلام کے اصول و ارکان یعنی عدالت سے ہرگز منحرف نہیں ہوئے ،ذیل کی آیت اسی واقعہ کی بنا پر نازل ہوئی ہے:(و ان احکم بینہم بما انزل اللہ ولا تتبع اہوا ئہم واحذر ہم ان یفتنوک عن بعض ما انزل اللہ الیک) اورپیا مبر آپ ان کے درمیان تنزیل خدا کے مطابق فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کا اتباع نہ کریں ،اور اس بات سے بچتے رہیں کہ یہ بعض احکام الٰہی سے جو تم پرنازل کیا جا چکاہے منحرف کر دیں ۔

سورہ اسراء میں پیاؐمبر کو اصول سے منحرف کرنے کے لئے دشمنوں کے شدید وسوسہ کا ذکر کیا گیا ہے خدا کا ارشاد ہو رہا ہے ،اگر آپ کو عصمت اور وحی کی مساعدت نہ ہوتی ،اگر آپ عام بشر کے مثل ہوتے تو ان کے دلدادہ ہو جاتے ۔ (و ان کادوا لیفتنونک

عن الذی او حینا الیک لتفتری علینا غیرہ واذاً لا تخذوک خلیلاولولا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیھم شیئا قلیلا) اور یہ ظالم اس بات کے کوشاں تھے کہ آپ کو میری وحی سے ہٹا کر دوسری باتوں کی افترا پر آمادہ کردیں ،اور اسی طرح یہ آپ کو اپنا دوست بنا لیتے اور اگر ہماری توفیق خاص نے آپ کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو آپ (بشری طورسے) کچھ نہ کچھ ان کی طرف ضرور مائل ہو جاتے۔

۳۔ خیر خواہ نہ ہونا قرآن کریم نے اغیار کی شناخت کے سلسلہ میں دوسری جو صفت بیان کی ہے ہے وہ اغیار کا مسلمانوں کے سلسلہ میں خیر خوا ہ نہ ہو نا ہے ،وہ اپنی بد خصلت اورپست فطرت خمیر کی بنا پر ہمیشہ اسلام کے افکار ونظام کے خلافت سازش کرتے رہتے ہیں وہ مومنین کے سلسلہ میں صرف عدم خیر خواہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ صاحبان ایمان کی آسائش و آرام ،امن و سکون ،فتح وکامرانی کو ایک لمحے کے لئے تحمل بھی نہیں کر سکتے ۔ (ما یوذ الذین کفرو من اہل الکتاب ولا المشرکین ان ینزل علیکم من خیر من ربکم) کافر اہل کتاب (یہود ونصاریٰ)اور عام مشرکین یہ نہیں چاہتے کہ تمہارے اوپر پر ورگار کی طرف سے کوئی خیر و برکت نازل ہو۔

وہ مومنین کے سلسلہ میں صرف خیر وبرکت کے عدم نزول کی خواہش ہی نہیں رکھتے بلکہ مومنین کی سختی وپریشانی کو دیکھ کر خوشحال اور ایمان والوں کی خوشی کو دیکھ کر غمگین ہوتے ہیں ۔ (ان تمسسکم حسۃ تسؤہم وان تصبکم سیءۃ یفرحوابھا) اگر تمہیں ذرا بھی خیر ونیکی ملے تو انہیں برا لگے گا اور اگر تمہیں تکلیف پہونچے تو وہ خوش ہوں گے ۔

۴ ۔بغض وکینہ کا رکھنا اغیا رکی ایک اور اہم خصوصیت بغض اور کینہ پرستی ہے ان کا تمام وجود اسلام کے خلاف عداوت و نفرت سے بھرا ہوا ہے ،یہصفت رذائل فقط دل کی چہار دیواری تک محدود نہیں بلکہ عملی طور سے ان کے افعال و کردار میں حسد و کینہ توزی کے آثار ہویدا ہیں ،اپنی اس کیفیت کو پوشیدہ و مخفی رکھے بغیر اہل اسلام کے خلاف وسیع پیمانہ پر معرکہ و جنگ کی جدو جہد میں مصروف رہتے ہیں (لا یألونکم خبا لا ودّوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواہہم وما تخفی صدورکم اکبر۔۔۔اذا لقوکم قالوآمنا واذا خلوا

عضو علیکم الأ نامل من الغیظ قل موتوا بغیظکم) یہ تمہیں نقصان پہونچا نے میں کو ئی کوتا ہی نہیں کریں گے ,یہ صرف تمہاری مشقت وزحمت رنج و مصیبت کے خواہش مند ہیں ان کی عداوت و نفرت زبان سے بھی ظاہر ہے اور جو دل میں پوشیدہ کر رکھا ہے وہ تو بہت زیادہ ہے اور جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو خشم وغصہ سے انگلیاں کا ٹتے ہیں پیامبر آپ کہہ دیجئے کہ تم اسی غصہ میں مر جاؤ ۔

۵ ۔غفلت پذیری میں مبتلا کر نا دشمن واغیار کا اپنی کامیابی وموفقیت کے لئے مسلمانوں کو غفلت وبے خبری کے جال میں پھنسائے رکھنا ہے,وہ چاہتے یہ ہیں کہ ایسی فضا وحالات وجود میں لائے جائیں جس کی بنا پر صاحبان ایمان اپنی قوت وطاقت کی صلاحیت و موقف سے غفلت ورزی کا شکار ہو جائیں تا کہ وہ ان پر قابض وکامران ہو سکیں ,ان کی دائمی کوشش رہتی ہے کہ مسلمان کی نظر میں ان کی اقتصادی طاقت فوجی قدرت, ثمرۂ وحدت اور دین ودنیا کی شان وشوکت کو بے وقعت پیش کیا جائے تا کہ زیادہ سے زیادہ غفلت و بے خبری کے دام میں الجھے رہیں جس کے نتیجہ میں اغیار کی فتح و ظفر کی زمین ہموار ہو سکے ۔

(ودّ الذین کفروا لو تغفلون عن اسلحتکم و امتعتکم فیمیلون علیکم میلۃ واحدۃ) کفار کی خواہش یہی ہے کہ تم اپنے ساز وسامان اور اسلحہ سے غافل ہوجاؤ تو یہ یکبارگی تم پر حملہ کردیں ۔مذکورہ آیت میں اگر چہ اسلحہ وسازوسامان کا ذکر ہے لیکن آیت کی دلالت صرف اقتصادی سازوسامان وجنگی اسلحہ جات پر منحصر نہیں ہے, بلکہ تمام وہ وسائل و عوامل جو مسلمانوں کے لئے عزت وشرف قوت وطاقت کا باعث ہوآیت کی غرض وغایت ہے, اس لئے کہ دشمن کا ہدف ان وسائل سے غفلت ولاپرواہی میں مبتلا کر نا ہے تا کہ تسلط کے مواقع فراہم ہوسکیں ۔

امیر المومنین حضرت علی ,مالک اشترؓ کو خطاب کر تے ہوئے عہد نامہ میں فر ما تے ہیں: (الحذر کل الحذر من عدوک بعد صلحہ فان العدو ربما قارب لیتغفل فخذ بالحزم واتہم فی ذلک حسن الظن) صلح کے بعد دشمن کی طرف سے قطعاً مکمل طور پر ہو شیار رہنا کہ کبھی کبھی

وہ تمہیں غفلت میں ڈالنے کے لئے تم سے قربت اختیار کرنا چاہیں گے لہذا اس سلسلہ میں مکمل ہوشیار رہنا ،اور کسی حسن ظن سے کام نہ لینا .

٦۔ مومنین سے سخت وتند برتا ؤکرنا قرآن کریم کی روشنی میں اغیار کی ایک دوسری صفت ،مومنین کی ساتھ سخت طرز عمل و سلوک کا انجام دینا ہے ، یہ عہد وپیمان کی پابندی اور دوستی کا اظہار کرتے ہوئے مومنین کو فریب دینا چاہتے ہیں،ان کے عہد وپیمان ،قول وقرار پر اعتماد کرنا منطقی عمل نہیں ،جب ناتواں اورکمزور ہو جاتے ہیں تو حقوق بشرا وراخلاق انسانی کی بات کرتے ہیں ،لیکن جب قوی ومسلط ہو جاتے ہیں ،تمام حقوقِ اور انسانی اخلاق کو پامال کرتے ہیں،عہد وپیمان ،قول وقرار ، حقوق واصول بشریت ، عظمت انسانیت ،سب ہتھکنڈے ہیں تا کہ اپنے منافعکو حاصل کر سکیں،منظور نظر منافع کے حصول کے بعد ان قوانین و عہدو پیمان کی کوئی وقعت نہیں رہتی ہے ۔ (کیف وان یظہروا علیکم لا یرقبوا فیکم الآولا ذمۃ یرضونکم بأفواہہم وتأبی قلوبہم واکثر ہم فاسقون) ان کے ساتھ کس طرح رعایت کی جائے ،جب کہ یہ تم پر غالب آجائیں گے تونہ کسی ہمسائگی و قربتداری کی رعایت کریں گے اور نہ ہی کسی عہد و پیمان کا لحاظ کریں گے یہ تو صرف زبانی تم کو خوش کر رہے ہیں ،ورنہ ان کا دل قطعی منکر ہےاور ان کی اکثریت فاسق و بد عہد ہے ۔

۷۔ خیانت کاری اوردشمنی کا مستمر ہونا اغیار کی ایک اور صفت ،تجاوز گری و تخریب کاری ہے،جب تک ان کے اہداف پایہ تکمیل کو نہیں پہنچتے فتنہ گری و خراب کاری کا بازار گرم کئے رہتے ہیں ۔ (لا یزالون یقا تلونکم حتی یرد‌ّوکم عن دینکم) اور یہ کفار برابر تم لوگوں سے جنگ کرتے رہیں گے ،یہاں تک کہ ان کے امکان میں ہو تو وہ تم کو تمہارے دین سے پلٹا دیں ۔

اسی بنا پر دشمن کی عارضی ،خاموشی وسکوت یا دوستی و محبت کا اظہار، دشمنی کے پایان واتمام کی علامت نہیں یہ صرف دشمن کی بدلتی ہوتی طرز و روش ہے ،برابر کچھ وقفہ کے بعد کوئی نہ کوئی خیانت کاری کا آشکار ہونا اس بات کی دلیل ہے کے جب تک اغیار و

دشمنان اپنے اہداف و مقاصد کو عملی جامہ نہ پہنالیں تب تک وہ فتنہ گری و دشمنی سے دست بردار نہیں ہوں گے۔ (ولا تزال تطلع علی خائنۃ منہم) آپ ان کی طرف سے خیانتوں پر مطلع ہوتے رہیں گے ۔

اصل اوّل کا ما حصل،اسلام کے پیش نظر اغیار سے سیاسی روابط واصول اور اغیار کی شناخت ہے جسمیں ان کی چند خصائص کو بیان کیا گیاہے کسی فرد یا گروہ میں ایک خصوصیت کا بھیپایا جانا قرآن کی رو سے اس کا شمار اغیار میں ہے،لہذا ان سے رابطہ کے سلسلہ میں اسلام کے اغیار سے رابطہ وا صول کا لحاظ کیا جانا چاہئے۔اصل دوم :دشمن کے مقابلہ مین ہوشیاری اور اقتدار کا حصول اسلام کے فردی واجتماعی روابط میں حسن ظن کی رعایت اسلام کے اصلد ستورات میں سے ہے لیکن اغیار سے روابط کے سلسلہ میں اسلام کی تاکید سوء ظن پر ہے ،ہر زمان و مکان میں ان سے بہترین اقصادی ،سیاسی ،ثقافتی روابط ہونے کے باوجود سوء ظن کی کیفیت باقی رکھتے ہوئے ہوشیار رہنا چاہئے۔ان کی چھوٹی حرکتیں اورلکے مناظر دشمنی کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے ۔اسلام کی تاکید یہ ہے کہ اسلامی نظام و حکومت اغیار کے مقابلہ میں زیادہ سے زیادہ قدرت وطاقت کا حصول کریں ،اس قدر قوی اورطاقتور ہوں کہ دشمن تجاوز کا خیال بھی دل میں نہ لا سکے ۔ (و اعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ و من رباط الخیل ترہبون بہ عدواللہ وعدوکم) اور تم سب ان کے مقابلہ کی لئے امکانی قوت اور گھوڑے کی صف بندی (سلاح)کا انتظام کرو جس سے اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن سب کو خوف زدہ کر دو ۔آیت قرآن سے استفادہ ہوتا ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں قوی و قدرت مند ہونا ،جدید اسلحہ جات سے آراستہ ہونا ضروری ہے تا کہ اسلامی حکومت و نظام کا دفاع کیا جا سکے، (ما استطعتم)عبارت کا مفہوم وسیع ہے وسائل و سلاح،اطلاعاتی ونظامی ،اقصادی وسیاسی ،فرہنگی وثقافتی آمادگی ،سب پر منطبق ہوتا ہے،جیسا کہ ذیل کی آیت میں کلمہ حذر کا مفہوم وسیع وعریض ہے ۔

(یا ایہا الذین آمنوا خذوا حذرکم فانفروا ثبات اوانفروا جمیعا) اے صاحبان ایمان!اپنے تحفظ کا سامان سنبھال لو اورگروہ در گروہ یا اکٹھا،جیسا موقع ہو سب نکل پڑو ۔یہ آیت ایک جامع و کلی آئین ودستور ہر زمان ومکان کے مسلمانوں کو دے رہی ہے ،اپنی امنیت و سرحد کی حفاظت کے لئے ہر وقت آمادہ رہیں اجتماع ومعاشرے میں ایک قسم کی مادی ومعنوی آمادگی کا ہمیشہ وجود رہے ۔

حذر کے معنی اس قدر وسیع ہیں کہ ہر قسم کے مادی ومعنوی وسائل پر اطلاق ہوتے ہیں ۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ مدام دشمن کی حرکات وسکنات ،سلاح کی نوعیت،جنگ کے اطوار پر نگاہ رکھے رہیں ،اس لئے کہ یہ تمام موارد دشمن کے خطرات کو روکنے میں مؤثر اور آیت حذر کے مفہوم کی نشان دہی ہے ۔آیت حذر کے دستور کے مطابق مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے تحفظ کے لئے زمان ومکان کے اعتبار سے انواع واقسام کے وسائل کو فراہم کریں ،نیز ان وسائل وسلاح سے بہترین استفادہ کے طورو طریقہ کو بھی حاصل کریں ۔

اصل سوم :اغیار سے دوستی وصمیمیت کا ممنوع ہونا اغیار سے سیاسی رفتار وروابط کے سلسلہ میں اسلام کی نظر کے مطابق ان سے دوستانہ روابط و صمیم قلبی کو منع کیا گیا ہے،عداوت پسند افراد نیز وہ لوگ جو اسلامی مقدسات کی بے حرمتی کرتے ہیں ان سے سخت بر تاؤ سے پیش آنا چاہئے ۔ (یا ایہاالذین آمنوا لاتتخذوا الذین اتخذوا دینکم ہزوا و لعبا من الذین اوتواا الکتاب من قبلکم والکفار اولیاء واتقوااللہ ان کنتم مؤمنین واذا نادیتم الی الصلاۃ اتخذوہا ہزوا ولعبا ذلک بانہم قوم لایعقلون)اے ایمان والو!خبر دار اہل کتاب میں جن لوگوں نے تمہارے دین کو مزاق وتماشابنا لیا ہے اور دیگر کفار کو بھی اپنا ولی (دوست) وسرپرست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرو،اگر تم واقعی صاحب ایمان ہو اور تم جب نماز کے لئے اذان دیتے ہو تو یہ اس کو مذاق وکھیل بنا لیتے ہیں اس لئے کے یہ بالکل بے عقل قوم ہیں ۔

ہزو تمسخر آمیز گفتگو وحرکات کو کہا جاتا ہے جو کسی چیز کی قدر وقیمت کو کم کرنے کے لئے استعال ہوتا ہے ۔لعب،وہ افعال جن کے اہداف غلط یا بے ہدف ہوں ان پر اطلاق ہوتا ہے آیت کا مفہوم یہ ہے کہ مومنین کی حیا و غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اسلامی مقدسات و دینی اقدار کو پامال کرنے والوں سے سخت اورتند برتاؤ کریں،اور ان کا یہ برتاؤ دینی تقوے کی ایک جھلک ہے ،کیونکہ تقوا صرف فردی مسائل پر منحصر نہیں ہے ۔

سورہ ممتحنہ کی پہلی آیت میں بھی صریحاً اغیار سے دوستانہ روابط برقرار کرنے کی ممانعت کی گئی ہے ۔ (یا ایہا الذین آمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیہم بالمودۃ وقد کفروا بما جاءکم من الحق)اے ایمان والو خبر دار میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بنا نا ،کہ تم ان کی طرف دوستی کی پیش کش کرو جب کہ انہوں نے اس حق کا انکار کیا ہے،جو تمہارے پاس آچکا ہے.اس بنا پر تمام وہ افراد ،جو دین اسلام اور اس کی شائستگی کے معتقد نہیں ہیں ان کا شمار اغیار و بیگانے میں ہوتا ہے،لہذا ان سے دوستی و نشست و بر خاست کو منع کیا گیا ہے، قران مجید نے اغیا ر سے ،خصوصا جو اسلامی مقدسات کی بے حرمتی کر تے ہے، فکری و ثقافتی قربت کو خسران و نقصان سے تعبیر کیا ہے ،کیونکہ ر فت و آمد ودوستی کے اثرات انسان پر ضرور مرتب ہو تے ہیں اور اسی کے مثل بنا دیتے ہیں ۔ (وقد نزّل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم آیات اللّٰہ یکفر بہا و یستہزأ بہا فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلہم) اور اللہ نے کتاب میں یہ بات نازل کر دی ہے کہ جب آیات الہی کے بارے میں یہ سنو کہ ان کا انکار اور استہزا ہو رہا ہے تو خبر دار ان کے ساتھ نشست و برخاست نہ کرو جب تک وہ دوسری باتوں میں مصروف نہ ہو جائیں ور نہ تم انہیں کے مثل ہو جاؤ گے ۔

بیان شدہ اصل سوم کا مفہوم یہ نہیں کہ دیگر مذاہب کے پیرو کاروں کے ساتھ مسالمت آمیز زندگی کی نفی کی جائے یا ان کے انسانی حقوق کو ضائع کیا جائے غیر اسلامی حکومتوں سے رابطہ نہ رکھا جائےبلکہ اصل سوم کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان دشمن سے دوستانہ وصمیمی روابط سے پر ہیز کریں اغیار کی اطاعت واثر پذیری سے دور رہیں،ان کو فکری و سیاسی اعتبار سے غیر ہی سمجھیں،قرآن اغیار پرستی سے مبارزہ اور برائت کے سلسلہ میں حضرت ابراہیٔم اور آپ کے مقلدین کی سیرت کو بطور نمونہ پیش کر رہا ہےآپ اور آپ کے اصحاب اپنی ہی قوم کی بت پرستی کو مشاہدہ کرنے کے بعد ،باوجودیکہ ان کے قرابتدار بھی اس میں شریک تھے ان کے افعال سے برائت کرتے ہیں ۔

(قد کانت لکم اسوۃحسنۃ فی ابراہیم والذین معہ اذ قالوا لقومہم انا برآؤا منکم ومما تعبدون من دون اللّٰہ کفرنا بکم وبدا بیننا وبینکم العداوۃ والبغضاء ابدا حتیٰ تؤمنوا باللّٰہ وحدہ ؛)تمہارے لئے بہترین نمونہ عمل ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں ہے ، جب انھوں نے اپنی

قوم سے کہدیا ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے بیزار ہیں ہم نے تمہارا انکار کردیاہے اور ہمارے تمہارے درمیان بغض اور عداوت بالکل واضح ہے یہاں تک کہ تم خدائے وحدہ لاشریک پر ایمان لے آو۔

اصل چہارم:غیر حربی اغیار سے صلح آمیز روابط رکھنا اسلام کے سیاسی نظریہ و اصول میں اغیار و بیگانے کی دو قسم ہیں ۔ا۔حربی:وہ افراد اور حکومت جو اسلامی حکومت اور نظام سے بر سرپیکار ہیں اورمدام سازشیں و خیانتیں کرتے رہتے ہیں ۔

۲۔غیر حربی :وہ کفار جو اپنے دین و مذہب پر عمل کرتے ہوئے اسلامی سرزمین پر اسلامی قانون کے تحت اسلامی حکومت کو جزیہ دیتے ہوئے زندگی گزارتے ہیں،یا وہ ممالک جو اسلامی حکومت سےپیمان صلح یا اس کے مثل عہدوپیمان رکھتے ہیں،اور اس عہد کے پابند بھی ہیں ۔اگر چہ دونوں ہی دستہ کا فکری وثقافتیا عتبار سے اغیار میں شمار ہوتا ہے اوراصل سوم میں شمولیت رکھتے ہیں لیکن ان سے معاشرتی و سماجی رفتار وسلوک میں فرق ہونا چاہئے۔قرآن کریم ان سے رفتار و برتاؤ کی نوعیت کو بیان کر رہا ہے ۔(لاینہاکم اللہ عن الذین لم یقا تلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبرّوہم وتقسطوا الیہم ان اللہ یحب المقسطین انما ینہاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاہروا علی اخرا جکم ان تولّوہم ومن یتولّہم فاولئک ہم الظالمون) خدا تمہیں ان لوگوں کے بارے میں جنھوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں وطن سے نہیں نکالاہے اس بات سے نہیں روکتاہے کہ تم انکے ساتھ نیکی اور انصاف کرو کہ خدا انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے وہ تمہیں صرف ان لوگوں سے روکتا ہے جنھوں نے تم سے دین میں جنگ کی ہے،اور تمہیں وطن سے نکال باہر کیا ہے اور تمہارے نکالنے پر دشمن کی مدد کی ہے کہ ان سے دوستی کرو اور جو ان سے دوستی کرے گا وہ یقیناً ظالم ہوگا ۔

آیت مذکورہ سے استفادہ ہوتا ہے کہ وہ افراد یاحکومتیں جو مومنین کے حق میں ظالمانہ رویہ اپناتی ہیں نیز اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نا شائستہ عمل انجام دیتی ہیں اوراسلام کے دشمنوں کی مساعدت کرتی ہیں،اہل اسلام کے وظائف کا تقاضایہ ہے کہ ان سے

سخت وتند رفتار کا مظاہرہ کریں،ان سے ہر قسم کے سماجی و معاشرتی رابطہ کو منقطع کر دیں ،لیکن وہ افراد جو بے طرف رہے ہیں مسلمانوں کے خلاف سازش میں ملوث نہیں رہے ہیں ان کے حقوق کی رعایت اور اسلامی حکومت کی حمایت حاصل ہونا چاہئے ،ان پر ظلم وتعدی شدید ممنوع ہے۔

پیامبر عظیم الشان فرماتے ہیں: (من ظلم معاہداً و تخلف فوق طاقتہ فانا حجیجہ) جو شخص بھی معاہد پر ظلم کرے گا میں روز قیامت اس سے باز پرس کروں گا ۔معاہد سے مراد وہ یہودی ونصرانی ہیں جوجزیہدیتے ہوئے اسلامی حکومت کے زیر سایہ زندگی بسر کرتے ہیں،اسلامی فقہ میں اغیار سے روابط کے تمام حقوقی جوانب توجہ کے قابل ہیں ،اگراغیار و بیگانے سیاسی و فکری اعتبار سے مسالمت آمیز زندگی کی رعایت کریں مسلمانوں کے حقوق کا احترام کریں تو وہ اپنے تمام بنیادی اور جمہوری حقوق سے فیضیاب ہو سکتے ہیں کسی کوان سے مزاحمت کا حق نہیں ،ذیل کا واقعہ اسلامی نظام اور حکومت میں اغیار غیر حربی کے بنیادی حقوق کی رعایت کا آشکار نمونہ ہے ۔امیرالمومنین حضرت علی نے ایک نابینا بوڑھے آدمی کو دیکھا جوگدائی کر رہا تھا جب مولا نے اس کے احوال دریافت کئے تو معلوم ہوا وہ نصرانی ہے علی علیہ السلام رنجیدہ خاطر ہوئے ،فرمایا : وہ تمہارے درمیان میں تھا اس سے کام لیا گیا،لیکن جب وہ بوڑھاہو گیا تو اس کے حال پر چھوڑ دیا گیا ،آپ نے اس کے مخارج بیت المال سے اداء کرنے کا حکم دیا منافقین کا اغیار سے ارتباط اوران کاطرز عمل گزشتہ بحث میں اغیار سے روابط اور اسلام کے کلی و جامع اصول پیش کئے جاچکے ہیں،اب اغیار کے سلسلہ میں منافقین کی روش او رطرز عمل کا مختصر تجزیہ پیش کیا جا رہا ہے۔

قرآن کریم سے استفادہ ہوتا ہے کہ منافقین تمام دوستی و محبت اغیار اور بیگانوں پر نچھاور کرتے ہیں،یہ مسلمانوں کے ساتھ شرارت و خباثت سے پیش آتے ہیں،مومنین کو حقارت و ذلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، تمسخر و نکتہ چینی ان کا مشغلہ ہے ان کی تمام سعی و کوشش اور جد و جہد یہ ہوتی ہے کہ اغیار سے قریب تر ہو جائیں اغیار سے صمیمیت و اخلاص اور دوستانہ رفتار وگفتار کے حامی ہیں۔(الم تر الی الذین تولّوا قوما غضب اللہ علیھم ما ھم منکم ولا منھم و یحلفون علی الکذب وھم یعلمون) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا ہے جنھوں

نے اس قوم سے دوستی کر لی ہے جس پر خدا نے عذاب نازل کیا ہے کہ یہ نہ تم میں سے ہیں اور نہ ان میں سے ہیں اور یہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور خود بھی اپنے جھوٹ سے باخبر ہیں۔

منافقین کے بیگانوں سے ارتباط کے جلووں میں سے، مشترک کانفرنس کا انجام دینا، ان سے ہم آوازو ہم نشین ہونا ہے،قرآن صریح الفاظ میں کفارا ور الہی دستور و آئین کا استہزا کرنے والوں کے ساتھ ہم نشینی کو منع کرتا ہے ۔ (و اذا رأیت الذین یخوضون فی آیاتنا فاعرض عنهم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ) اور جب تم دیکھو کہ لوگ ہماری آیات کا استہزا و تمسخر کر رہے ہیں تو ان سے کنارہ کش ہو جاؤ یہاں تک کہ وہ دوسری باتوں میں مصروف ہو جائیں۔ لیکن قرآن کے صریح دستور و حکم کے باوجود منافقین، مخفی طریقہ سے اغیار کے جلسات ونشست میں شریک ہوا کرتے تھے لہذا سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۴۰ منافقین کو اس رفتار و طرز عمل پر سرزنش وتوبیخ کررہی ہے ۔ منافقین کے اجنبی وغیر پرستی کے مظاہر میں سے ایک،ان کے لئے مطیع و فرمان بردار ہونا ہے سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۴۹ منافقین کی اسی روش کو بیان کررہی ہے اگر تم کفار کے مطیع ودوست ہوگے جیسا کہ بعض منافقین کا یہ طرز عمل ہے تو قدیم وجاہلی اطوار کی طرف پلٹا دیئے جاؤ گے ۔ (یا ایها الذین آمنوا ان تطیعو الذین کفروا یردوکم علی اعقابکم)اے ایمان لانے والو اگر تم کفر اختیار کرنے والوں کی اطاعت کرو گے تو یہ تمہیں گذشتہ طرز زندگی و عمل کی طرف پلٹا لے جائیں گے. دشمنوں کی جماعت میں مدام مومنین سے عداوت و دشمنی رکھنے والے بعض یہودی ہیں خدا نے قرآن مجید میں دشمنوں کے عمومی و کلی اوصاف کو بیان کیا ہے لیکن اس عمومیت کے باوجود بعض دشمنوں کے اوصاف کے ساتھ ان کے نام کا بھی ذکر کیاہے کہ جس میں یہودی سر فہرست ہیں ۔

ہم جب عصر پیامبر عظیمؐ الشان کے منافقین کی تاریخ کی تحقیق کرتے ہیں تو منافقین کے روابط کے شواہد یہودی کے تینوں گروہ بنی قینقاع بنی نظیر بنی قریظہ میں پائے جاتے ہیں۔

اغیار سے منافقین کے روابط کا فلسفہ

وہ اہم نکتہ جس کی اس فصل مین تحقیق ہونی چاہئے یہ کہ اغیار سے منافقین کے ارتباط کی حکمت کا پس منظر کیا ہے،وہ کن مضمرات کی بنا پر اس سیاست کے پجاری ہیں،قرآن مجید منافقین کے اغیار سے روابط کی ریشہ یابی کرتے ہوئے دو وجہ کو بیان کر رہا ہے:١۔ تحصیل عزت ٢۔رعب وحشت

١۔ تحصیل عزت:منافقین اپنے اس رویہ و طرز عمل کے ذریعہ محبوبیت وشہرت،عزت ومنصب کے طلب گار ہیں،منافقین اغیار کے زیر سایہ خواہشات نفسانی کی تکمیل کے آروز مند ہیں،شرک کا آشکار ترین جلوہ ،وقار و عزت کو کسب کرنے کے لئے غیر (خدا)سے تمسک کرنا ہے۔(واتّخذوا من دون اللہ الہۃً لیکونوا لہم عزّاً)اور ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر دوسرے خدا اختیار کر لئے ہیں تا کہ وہ ان کے لئے باعث عزت رہے (کیا خام خیالی ہے!)۔اسی طریقہ سے منافقین جوباطن میں مشرک ہیں ،اغیار سے وابستگی و تعلقات کے ذریعہ عزت وآبرو کسب کرنا چاہتے ہیں ۔(الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین أیبتغون عند ہم العزۃ فان العزۃللہ جمیعا) جو لوگ مومنین کو چھوڑ کر کفار کو ولی و سرپرست بناتے ہیں ،کیا یہ ان کے پاس عزت تلاش کر رہے ہیں جب کہ ساری عزت صرف اللہ کے لئے ہے۔خدا وند تبارک وتعالی نے عزت کو اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے ،پیامبر عظیمُ المرتبت اورصاحبان ایمان کی عزت کا سرچشمہ عزت الہی ہے، منافقین عدم ایمان کی بنا پر اس کو درک کرنے سے قاصر ہیں ۔

(وللہ العزّۃولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لایعلمون) ساری عزت اللہ ،رسول ،اور صاحبان ایمان کی لئے ہی ہے اور منافقین یہ جانتے بھی نہیں ہیں۔قرآن کریم فقط اللہ تعالی کے وجود اقدس اور جہان کے حقیقی صاحب عزت (محبوب) سے تمسک کو عزت و عظمت کا سرچشمہ جانتا ہے۔

(من کان یرید العزّۃفللّٰہ العزّۃجمیعا) جو شخص بھی عزت کا طلب گا ر ہے وہ یہ سمجھ لے کہ عزت سب پرورد گار کے لئے ہے اسی ذیل کی آیت میں پیامبر اکرمؐ سے نقل کیا گیا ہے کہ تحصیل عزت کا واحد راستہ خدا کی اطاعت و فرمان بر داری ہے ۔ (ان اللّٰہ یقول کلّ یوم انا ربّکم العزیز فمن اراد عزّالدارین فلیطع العزیز) خداوند عالم ہر روز اعلان کر تا ہے کہ میں تمہارا عزت دار پرور دگار ہوں جو شخص بھی آخرت و دنیا کی عزت کا خواہش مند ہے اسے چا ہئے کہ حقیقی صاحب عزت کا مطیع و فرمانبر دار ہو.شاید کوئی فرد خدا کی اطا عت کئے بغیر کسی اور طریقہ سے عزت کا حصول کرلے ،لیکن یہ عزت وقتی و کھو کھلی ہو تی ہے یہی عزت اس کے لئے ذلت کا سبب بن جا تی ہے ۔امیرالمومنین حضرت علیؑ فرماتے ہیں :(من اعتزّ بغیر اللّٰہ اہلکہ العز)جو شخص غیر خدا سے عزت یافتہ ہے وہ عزت اس کوتباہ کر دے گی ۔ (العزیز بغیر اللّٰہ ذلیل) وہ عزت جو غیر خدا کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے ذلت میں تبدیل ہو جایا کر تی ہے ۔قرآن کی نظر میں وہ عزت جو خدا کی طرف سے عطا نہ ہووہ تار عنکبو ت کے مانند ہے جس کا شمار غیر مستحکم ترین گھروں میں ہو تا ہے ۔ (مثل الذین اتخذوا من دون اللّٰہ أولیاء کمثل العنکبوت اتّخذت بیتاً و إن اوہن البیوت لبیت العنکبوت لو کانوا یعلمون) اور جن لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر دو سرے سر پرست بنا لئے ہیں ان کی مثال مکڑی جیسی ہے کہ اس نے گھر تو بنا لیا لیکن سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہوتا ہے اگر ان لوگوں کے پاس علم و ادراک ہو (تو سمجھیں) ۔

یہ آیت منافقین کی وضعیت کو سلیس و دلربا مفہوم ،خوش گفتار تشبیہ ،دقیق مثال کے ذریعہ تر سیم کر رہی ہے ۔عنکبوت کے آشیانے بہت ہی نازک تار کے ذریعہ بنے ہو تے ہیں ،نہ دیوار ہو تی ہے نہ چھت ،دروازے اور صحن کی بات ہی الگ ہے اس کے میٹیریل اتنے کمزور ہو تے ہیں کہ کسی حادثہ کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتے ،بارش کے چند قطرے اس کوتباہوبرباد،آگ کے ہلکے شعلہ اسے خاکستر ،گرد وغبار کے خفیف جھٹکے اس کو صفحہ ہستی سے محو کر نے کے لئے کافی ہے کسی بھی مسئلہ میں غیر خدا پر اعتماد و اعتبار خصوصاً عزت وآبرو کسب کر نے کے لیے یقیناًاسی نوعیت کے ہیں بی ثبات و ناتواں،ناقابل بھروسہ ، حوادث کے مقابلہ میں غیر مستحکم ، غیر خدا جو بھی اور جیسا بھی ہو عزت و عظمت کا حامل ہے ہی نہیں کہ عزت بخشش و نچھاور کر سکے ۔

اگر ہزاروں مکر وفریب کے بعد ظاہری طاقت وقوت حاصل کر بھی لی،اور کسی شخص کو عزت و مقام دے کر قابل عزت بنا بھی دیا تو بھی یہ (عزت) قابل اعتماد نہیں ہو سکتی اس لئے کہ جس وقت بھی ان کے منافع اقتضا کریں گے وہ بے درنگ اپنے صمیمی اتحادی گروہ کو ترک کردیں گے اور توانائی و قدرت حاصل ہونے کی صورت میں وہ تمہیں خاکِ ذلت پر بٹھادیں گے ۔

۲۔ رعب وحشت :منافقین کا اغیار سے پیوستہ دوستانہ روابط کا ہونا،ان سے وحشت زدہ ہونے کی علامت ہے،ان کے خیال خام میں یہ آئندہ اوضاع واحوال پر مسلط نہ ہوجائیں،اس لئے ان سے خائف رہتے ہیں،یہ اس بنا پر بیگانوں سے دوستانہ روابط برقرار رکھتے ہیں کہ اگر ایک روز حکومت وطاقت ان کے ہاتھوں میں آجائے تو اپنی عزیز دنیا کو بچا سکیں،زندگی و حیات کا تحفظ کر سکیں،اسلام کے نظریہ کے مطابق وہ فرد جس کی روح و جان گوہر ایمان سے آراستہ ہو چکی ہے وہ صرف اللہ سے خائف رہتا ہے،غیر اللہ سے ذرہ برابر بھی وحشت زدہ نہیں ہوتا،اللہ کی سفارش یہ ہے کہ خوف و خشیت اس کے لئے ہو،اور کسی قدرت و طاقت سے خوفزدہ نہ ہوا جائے یہ فقط ایمان ہی کی بنا پر عملی ہوسکتا ہے۔

قرآن مجید انبیاء علیہم السلام کی تعریف ان صفات کے ذریعہ کررہا ہے :(الذین یبلغون رسالات اللہ و یخشونہ ولا یخشون احدا الا اللہ) وہ لوگ جو اللہ کے پیغام کو پہنچاتے ہیں دل میں اسی کا خوف رکھتے ہیں اور اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے۔پیغمبران الٰہی اور حقیقی صاحبان ایمان صرف یہی نہیں کہ غیر اللہ کی قدرت و طاقت سے ہراساں نہیں ہوتے،بلکہ جس قدر ان کو خوفزدہ اور ہراساں کیا جاتا ہے اسی اعتبار سے ان کا ایمان و اعتماد خدا کی طاقت و قدرت پر زیادہ ہی ہوتا جاتا ہے۔

(الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل) یہ وہ ایمان والے ہیں کے جب ان سے بعض لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے عظیم لشکر جمع کرلیا ہے لہذا ان سے ڈرو تو ان کے ایمان میں اور اضافہ ہوگیا ۔ اور انھوں نے کہا کہ ہمارے لئے خدا کافی ہے اور وہی ہمارا ذمہ دار ہے ۔

مذکورہ آیت میں زیادی ایمان اور خدا پر توکل ،نیز خوف الہی اور دلوں میں اس کی عظمت ایک فطری امر ہے۔افراد جس قدر خدا کی عظمت ،قدرت ،شوکت،کو زیادہ سے زیادہ درک کریں اور خالص وحدانیت سے نزدیک ترہوں،تمام قدرت واقتداران کی نظروں میں پست سے پست نظرآئیں گے۔امیر المومنین حضرت علیؑ متقین کے صفات کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: (عظم الخالق فی انفسھم فصغر مادونہ فی اعینھم) خالق ان کی نگاہ میں اسقدر عظیم ہے کہ ساری دنیا نگاہوں سے گر گئی ہے۔اگر انسان خدا سے ویسے ہی خائف رہے،جیسا کہ خائف ہونے کا حق ہے اور محبت خدا سے اس کے قلب لبریز ہوتو سب کے سب اس کی عظمت کے معترف اور محبت کے قائل ہوجائیں گیلیکن اگر حریم پروردگار کہ جس کے لئے شائستہ وسزاوارہے، رعایت نہ کی، تو ہرشی سے وہ خوف زدہ و مقہور رہتا ہے، مجاہدین راہ حقیقت و ہدایت کی صلابت و استقامت نیز راہ حق وہدایت سے منحرفین کی دائمی تشویش اوراضطراب کا رازیہی ہے ۔حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں: (من خاف اللّٰہ اخاف اللّٰہ منہ کل شیء ومن لم یخف اللّٰہ اخافہ اللّٰہ من کل شیء) جو خدا سے خائف ہوتا ہے خدا ہر شی سے اس کے خوف کو ختم کر دیتا ہے اور جو خدا سے خائف نہیں ہوتا خدا اس کو ہرشی سے مرعوب کر دیتا ہے۔

وہ منافقین جو ادنیٰ درجہ کے ایمان سے خالی ہیں اور توحید کے معانی درک کرنے سے قاصر، مادہ پرست طاقتوں کی وحشت و ہیبت اس قدران کے افکار پر طاری ہے کہ ان سے ایجاد روابط کے لئے کوشاں ہیں کہ آئندہ کہیں یہ تسلط پیدا نہ کر لیں ۔(فتری الذین فی قلوبھم مرض یسارعون فیھم یقولون نخشی ان تصیبنا دائرۃفعصی اللّٰہ ان یأتی بالفتح أوأمر من عندہ فیصبحوا علی ما اسروا فی انفسھم نادمین) پیامبر!آپ دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ دوڑ دوڑ کر ان کی طرف (یہود و نصاریٰ)جا رہے ہیں اور یہ عذر بیان کرتے ہیں کہ ہمیں گردش زمانہ کا خوف ہے پس عنقریب خدا اپنی طرف سے فتح یا کوئی دوسرا امر لے آئے گا تو اپنے دل کے چھپائے ہوئے راز پر پشیمان ہو جائیں گے ۔

بیگانوں و اغیار سے منافقین کے ایجاد روابط کا فلسفہ یہ ہے کہ اگر آئندہ اغیار مسلمانوں پر غالب ہو جائیں تو اپنے مخفی ارتباط کے صلہ میں حیات اوراموال کا تحفظ کر سکیں ،قرآن مجید منافقین کے اس طرز فکر و منطق کا جواب مذکورہ آیتسے دے رہا ہے ،قضیہ کے اس پہلو کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے کہ اگر مسلمانوں کو فتح و کامرانی ملی تو یہ صاحب قدرت و سطوت ہوں گے اس صورت میں تمہارا کیا حال ہوگا ؟یقیناً اہل اسلام فاتح و کامیاب ہوں گے اور تم (منافقین) اپنی زشت حرکات اور غلط افعال کی وجہ سے پشیمان و شرمندہ ہوگے ۔

منافقین کے سیاسی خصائص

ولایت ستیزی ولایت اور اسلام میں ولایت پذیری

منافقین کی سیاسی رفتار و کردار کی دوسری خصوصیت و صفت ، ولایت ستیزی ہے اس بحث کی تحقیق سے قبل ، مقدمہ کے عنوان سے بہ طور اختصار ، اسلام کی نگاہ میں ولایت پذیری اور ولایت کی منزلت و مقام کے سلسلہ میں کچھ باتیں عرض کرنا ضروری ہے تا کہ منافقین کی ولایت ستیزی نیز رفتار و سیاست کو قرآنی شواہد کی روشنی میں تحقیق کی جا سکے ۔اسلام کی نگاہ میں ولایت اور ولایت پذیری ، اصول اعتقادی و عملی دونوں ہی سے مرتبط ہے ، اصول اعتقادی کی بنیاد پر نبوت و امامت کا تعلق عقائد اور اصول دین سے ہے ،اصول عملی کی بنیاد پر ولی کی اطاعت کا واجب ہونا اثبات ولایت کا لازمہ ہے،یعنی ولی کی اطاعت اور اس کے دستور و حکم کو قبول کرنا اسی وقت ہوگا جب اسے ہم اپنے اوپر حاکم قرار دیں ۔

حضرت امام محمد باقرؑ ایک حدیث میں اسلام کے عملی عمود و ستون کا ذکر کرتے ہوئے ولایت کو اہم ترین ستون قرار دیتے ہیں ۔(بنی الاسلام علی خمس علی الصلوۃ و الزکاۃ و الصوم و الحج و الولایۃ ولم یناد بشیء مانودی بالولایۃ) اسلام کی بنا پانچ (عملی ستون)پر واقع ہے نماز ،زکاۃ،روزہ،حج،ولایت،کسی بھی موارد کی، ولایت کے مثل سفارش نہیں کی گئی ہے ۔

قرآن کریم او رروایات میں تولّاور ولایت پذیری، محبت اور قلبی لگا ؤ کے مرتبے سے کہیں زیادہ بلند و بالا ہے ،اسلام میں مسئلہ ولایت کاپایا جانا،اسلام کے سیاسی نظریہ کے اہم ترین مبانی میں سے ہے ،ولایت، نظام اسلامی کے فقرات کے مثل ہے ۔اگر چہ قرآن میں رسول اکرمؐ و حضرت علیؑ کی ولایت کی گفتگو ہے ،لیکن یہ ولایت حاکمیت کے معنا میں ہے،ولایت پذیری یعنی ولایت کے دستور و احکام کی عملی اطاعت اگر چہ اہلبیت اطہارؑ کی محبت و مودت کا دینی اقدار کی بنا پر ایک الگ ہی مقام ہے ۔(النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم) بے شک نبیؐ تمام مومنین سے ان کے نفس کی بہ نسبت زیادہ اولی ہے ۔(انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنواالذین یقیمون الصلاۃ ویؤتون الزکاۃ وہم راکعون)ایمان والو!بس تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ صاحبان ایمان جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں ۔نبوت و امامت کا لازمہ حاکمیت و ولایت کا وجود ہے ،ان لوگوں کی ولایت کی مشروعیت (جواز)کا منشا وہی ہے جس نے ان کو رسالت اور امامت عطا کی ہے ۔(وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ) اور ہم نے کسی رسول کونہیں بھیجا ہے مگر صرف اس لئے کہ حکم خدا سے اس کی اطاعت کی جائے ۔ولایت پذیری، کمال مطلق سے عشق و محبت کا جلوہ ہے اور الہی حاکمیت کو قبول کرنے کا لازمہ ہے ۔

وہ شخص جس کے وجود میں توحید خالص نیزکمال حقیقی کی محبت کی جڑیں مضبوط ہوں گی اوروہ محبوب الہی کا اشتیاق مند ہو گا یقیناً وہ ولایت پذیر ہو گا ۔(قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ) ای پیامبر! کہد یجئے کے اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تم سے محبت کرے گا ۔اس اعتبار سے مومنین، حقیقی ولایت کو قبول کرنے والے ہیں قرآن کے صریح دستورات کی پیروی کرتے ہوئے خدا وند عالم کی طرف سے نصب شدہ ولی کو قبول کرنا مومنین کے صفات میں سے ہے ۔

(انما کان قول المؤمنین اذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینھم ان یقولوا سمعنا واطعنا واولئک ہم المفلحون) مومنین کو تو خدا و رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ فیصلہ کریں تو ان کا قول صرف یہ ہوتا ہے کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی،اور یہی لوگ در حقیقت فلاح پانے والے ہیں۔قرآن کی روشنی میں سعادت کا یکہ و تنہا راستہ یہی ہے ،اولیا حق کی محبت کے راستہ سے خارج ہونا باطل اور طاغوت کی

آغوش میں گر پڑنا ہے ،اس لئے کہ حق کے بعد باطل کے علاوہ کچھ بھی نہیں (ومن یطع اللہ ورسولہ ویخش اللہ ویتقہ فاولئک ہم الفائزون) اور جو بھی اللہ و رسول کی اطاعت کرے گا اور اس کے دل میں خوف خدا ہو گا اور وہ پرہیزگاری اختیار کرے گا تو وہی کامیاب کہا جائے گا ۔پیامبر اکرمؐ و ائمہ اطہارؑ کے بلند پایہ اور ممتاز اصحاب، ولایت پرستی کے بلند مقام پر فائز تھے اور اس پر افتخار کیا کرتے تھے ،عبداللہ بن ابی یعفور اس گروہ میں سے ہیں وہ مفسر قرآن تھے اور کوفہ میں درس تفسیر دیا کرتے تھے، حضرت امام صاؑدق آپ سے بے حد محبت و احترام کرتے تھے، امام صاؑدق ان کے بارے میں فرماتے ہیں : (ما وجدت احدا یقبل وصیتی ویطیع امری الاعبداللہ بن ابی یعفور) کسی کو عبداللہ بن ابی یعفور جیسا نہیں پایا وہ میرے دستورات و نصایح کو قبول کرتے ہیں اور میرے حکم کے فرمان بردار ہیں۔ بغیر قید و شرط کے ولایت پذیری ان کی ممتاز خصوصیت تھی ،ایک دن امام صاؑدق سے عرض کیا :اگر آپ ایک انار دو حصے میں تقسیم کریں،اس کے ایک حصے کو حلال دو سرے حصے کو حرام بتائیں ،آپ کے حلال بتائے ہوئے حصے کو حلال اور حرام حصے کو حرام سمجھوں گا ۔ حضرت امام صادقؑ نے ان کی اس ارادت و اطاعت کو دیکھتے ہوئے فرمایا : (رحمک اللہ))خدا تم کو مشمول رحمت قرار دے ۔

ولایت کے مسئلہ میں منافقین کی روش

قرآن کریم سے استفادہ ہوتا ہے کہ عمیق و خالص نفاق کی علامت،عدم قبولیت ولایت اور ولایت ستیزی ہے ۔ (ویقولون آمنّا باللّٰہ وبالرّسول و اطعنا ثم یتولّیٰ فریق منھم من بعد ذالک وما اولئک بالمؤمنین واذا دعوا الی اللہ و رسولہ لیحکم بینھم اذا فریق منھم معرضون) اور یہ لوگ کہتے ہیں کے ہم اللہ اوراس کے رسول پر ایمان لے آئے ہیں ،اور ان کی اطاعت کی ہے ،اور اس کے بعد ان میں سے ایک فریق منہ پھیر لیتا ہے ،یہ واقعاً صاحبان ایمان نہیں ہیں ،اور جب انہیں خدا و رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو ان میں سے ایک فریق کنارہ کش ہو جا تا ہے ۔مذکورہ آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں بیان کیا جا تا ہے کہ امیرالمومنین حضرت علیؑ اور ایک فرد کے درمیان جس نے آپ سے زمین خریدی تھی اختلاف درپیش ہوا وہ مرد اس پتھر کی بنا پر

جو زمین میں تھے معیوب قرار دے رہا تھا اور معاملہ کو فسخ کرنا چاہتا تھا امام علیؑ نے قضاوت کے لئے رسولؐ اسلام کی پیش کش کی، لیکن حکم بن ابی العاص جس کا شمار منافقوں میں ہوتا تھا اس نے خریدار کو ورغلایا کہ اگر رسولؐ اسلام کے پاس جاوگے تو وہ حضرت علیؑ کے فائدہ میں فیصلہ کریں گے کیونکہ علیؑ ان کے چچازاد بھائی ہیں ۔ یہ آیت اسی مناسبت سے نازل ہوئی اور حکم بن ابی العاص کی شدت سے سرزنش کی اور اس بات کا اضافہ بھی کیا کہ، اگر حق ان کے ساتھ ہو اور فیصلہ ان کے حق میں ہوتا ہے تو وہ دست بستہ رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں لیکن اب جب کہ وہ جانتے ہیں کے حق ان لوگوں کے ساتھ نہیں تو پیامبرؐ اسلام کی قضاوت سے منہ موڑ لیتے ہیں منافقین، حق کی حکومت اور اسلامی نظام کی حاکمیت کے دشمن ہونے کی بنا پر طاغوت کے قبضہ و دبدبہ کو وجود بخشنے کی فکر میں رہتے ہیں، ہمیشہ اسلامی نظام کے اہم ترین رکن، ولایت سے بر سر پیکار رہے ہیں، مختلف اطوار سے اپنے اس کینہ و عداوت کو بروئے کار لاتے ہیں ۔

حقیقی ولایت پرستی، اور ولایت پرست ہونے کا نعرہ بلند کرنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے، منافقین نہ صرف یہ کہ زبان سے ولایت کو قبول نہ کرنے کا اظہار نہیں کرتے بلکہ ولایت پذیری کے نعروں کے ذریعہ اپنے کو سب سے زیادہ ولایتی فرد بتاتے ہیں، لیکن پس پردہ ولایت ستیزی و ولایت کے خلاف عملی اقدام کی فکر و ذکر میں مشغول رہتے ہیں ۔

ولایت ستیزی کے عملی مناظر

جس طریقہ سے صاحبان ایمان کی ولایت پرستی اور ولایت پذیری کے خاص عملی جلوے نظر آتے ہیں، منافقین کی بھی ولایت ستیزی کی جلوہ افروزی کم نہیں، ان جلوے اور مناظر کے ذریعہ، تحریک نفاق کی شناخت بخیر و خوبی کی جاسکتی ہے قرآن مجید منافقین کی ولایت سے بر سر پیکار عملی جلوے و مناظر کے چند نمونے پیش کر رہا ہے ۔ ا۔ دینی حکومت و حاکمیت کو قبول نہ کرنا :منافقین کی ولایت ستیزی کا ایک عملی نمونہ ان کا دینی حکومت و اسلامی نظام کی حاکمیت کو قبول کرنے سے انکار کرنا ہے، اسلام کے سیاسی نظریہ میں ولایت، اسلامی نظام کا اہم ترین رکن ہے بغیر ولایت کے حکومت کا نظام ایک طاغوتی نظام ہے ۔

قرآن کریم کے پیش نظر ایمان کا معیار و پیمانہ ولایت کے دستور و احکام کو از حیث قلب و عمل قبول و تسلیم کرنا ہے۔ (فلا و ربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلّموا تسلیما) پس آپ کے پرور دگار کی قسم یہ ہرگز صاحبان ایمان نہ بن سکیں گے جب تک آپ کو اپنے اختلافات میں حکم نہ بنائیں اور پھر جب آپ فیصلہ کردیں تو اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی کا احساس نہ کریں، اور آپ کے فیصلہ کے سامنے سراپا تسلیم ہوجائیں۔

روایات میں بھی اس نکتہ کی تصریح کی گئی ہے،اس عصر و زمان میں جب کہ اسلامی نظام و حکومت قائم نہیں ہے، اہلبیت اطہار کے افکار کے مقلدین کو طاغوت کی حاکمیت قبول نہیں کرنا چاہئے،اس حالت میں اسلامی نظام کی حاکمیت کے عصر میں ان کا وظیفہ با لکل عیاں و آشکار ہے، حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں: ((من تحاکم الیھم فی حق او باطل فانما تحاکم الی الطاغوت وما یحکم لہ فانما یاخذ سحتا و ان کان حقہ ثابتا لانہ اخذہ بحکم الطاغوت و قد امر اللہ ان یکفر بہ) کسی شخص کا اپنے اس حق کے لئے جو ضائع ہوگیا ہے یا باطل دعویٰ کے سلسلہمیں ان (اہل باطل وظالم) کے پاس جانا یعنی محاکمہ کے لئے طاغوت کے پاس جانے کے مترادف ہے،اور جو کچھ ان کی حکمیت کے ذریعہ حاصل کیا ہے وہ حرام ہے چاہے اس کا حق ہی کیوں نہ ہو اس لے کہ اپنے حق کو طاغوت کے ذریعہ حاصل کیا ہے، حالانکہ خداوند عالم نے حکم دیا ہے کہ طاغوت کا انکار کریں۔

نفاق کی اہم خصوصیت، دینی حکومت کا انکار اور اغیار کی حکومت و حاکمیت کا اقرار ہے،منافقین پیامبر اسلامؐ اور دین و مذہب کی حاکمیت کو قبول نہین کرتے ہیں، لیکن طاغوت کی حاکمیت کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں ۔ (ألم تر الذین یزعمون انھم آمنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک یریدون ان یتحاکموا الی الطّاغوت وقد أمروا ان یکفروا بہ) کیاآپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا خیال یہ ہے کہ وہ آپ پر اور آپ کے پہلے نازل ہونے والی چیزوں پر ایمان لے آئیں ہیں اور پھر یہ چاہتے ہیں کہ سرکش لوگوں کے پاس فیصلہ کرائیں جب کے انہیں حکم دیا گیا ہے کہ طاغوت کا انکار کریں ۔

تفاسیر کی کتب میں آیا ہے کہ ایک منافق کا یہودی فرد سے اختلاف ہو گیا یہودی شخص نے اس منافق کو پیامبر عظیم الشان کی قضاوت قبول کرنے کی دعوت دی،کہا تمہارے پیامبرؐ جو حکم بھی کریں گے اس کو قبول کر لوں گا،لیکن اس منافق نے رسوؐل اعظم کی حکیمت کو قبول کرنے سے انکار کردیا اور اسے کعب بن اشرف یہودی کی حکیمت کی دعوت دی مذکورہ آیت منافقت کی غلط سیاست ورفتار کی سرزنش کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے منافقین ہمیشہ پیامبر عظیم الشانؐ کے دستورات و احکام سے مقابلہ اور صف آرائیمیں مشغول رہتے تھے ، نہ خود ہی حق و حقیقت کی اطاعت کرتے تھے اور نہ ہی دوسروں کو اس کی اجازت دیتے تھے ۔

(اذا قیل لہم تعالوا الی ما انزل اللہ والی الرسول رأیت المنافقین یصدون عنک صدودا) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ حکم خدا اور اس کے رسوؐل کی طرف آؤ توآپ منافقین کو دیکھیں گے کہ وہ شدت سے انکار کرتے ہیں۔منافقین نہ صرف یہ کہ دین کی حاکمیت کو قبول نہیں کرتے اور خود کو اس کے حوالہ نہیں کرتے بلکہ مدام اسلامی نظام کی حاکمیت اور دین و مذہب کی قدرت کی تضعیف و تحقیر میں مشغول رہتے ہیں ۔پیامبر اکرمؐ کی حاکمیت کو ضعیف و کمزور کرنے کے لئے منافقین کے طریقۂ کار میں سے ایک ،اقتصادی ناکہ بندی اور مشکلات کی ایجاد ،کا حربہ تھا جس کا استعمال ہمیشہ دشمنوں نے کیا ہے اور آج بھی اسلامی نظام کی تضعیف کے لئے اس حربہ سے استفادہ ہو رہا ہے ۔

(ہم الذین یقولون لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا) یہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے ساتھیوں پر کچھ خرچ نہ کرو تا کہ یہ لوگ منتشر ہو جائیں ۔پیامبر رحمتؐ کے سلسلہ میں عبداللہ ابن ابی کی سازش یہ تھی کہ ہر قسم کا معاملہ اور خرید وفروخت ،مہاجرین اور رسول خداؐ کے شیدائی افراد سے ممنوع قرار دیا جائے تاکہ اقتصادی و معاشی مشکلات کی بنا پر رسولؐ خدا کے شیدائی ان کے اطراف سے منتشر ہو جائیں ۔

بالکل وہی پالیسی جو مشرکین قریش نے مکہ میں رسولؐ خداکے ساتھ انجام دی تھی،قریش کے سر کردہ افراد نے ایک پیمان کو ترتیب دیا اور دستخط کے بعد خانۂ کعبہ کی دیوار پر آویزاں کر دیا ،اس عہدوپیمان کی بنا پر ہر قسم کے اقتصادی معاشرتی روابط مسلمانوں سے ممنوع

تھے ،کسی کو بھی حق نہ تھا کہ بنی ہاشم پیامبرؐ ،اور ان کے اصحاب سے رشتہ داری کے روابط برقرار کرے،نیز بنی ہاشم سے ہر قسم کی دفاعی قرار داد کا انعقاد بھی ممنوع کر دیا گیا تھا ۔اس سازش کو عملی جامہ پہنایا گیا لیکن وہ تمام صعوبت اوررنج و تکلیف جو اس قرار اور پیمان کی بنا پر مسلمان شکار ہوئے ،اہل اسلام کی استقامت و صبر کی بنا پر مشرکین کے سارے پروگرام نقش بر آب ہوگئے ،اور اسلام کی طاقت واقتدار میں اضافہ ہوتارہا ۔ تعجب آور ہے کہ رسول خداؐ کے بعد یہی پروگرام آپ کے وصی و جانشین اور خلیفہ بر حق حضرت علیؑ پر جا ری کیا گیا،حضرت زہرا سلام اللہ علیہا سے فدک غصب کر لیا گیاتا کہ حضرت علیؑ کی اقتصادی درآمد کے وسیلہ کو ختم کر دیا جائے ۔

۲۔ ولایت کے دستورات و احکام کی عملی مخالفت:منافقین کی ولایت کی عدم قبولیت کا ایک اور نمونہ ،ولی کے فرامین کی عملی مخالفت ہے ،سورہ نور کی آیت نمبر اکاون جو اس سے قبل پیش کی گئی ہے ،ولایت کے اوامر کی سماعت اور اس کی اتباع ، حقیقی صاحبا ن ایمان کے اوصاف وصفات میں شمار کیا گیا ہے ،لیکن منافق دین کی حکمیت کو قبول نہیں کرتے ہیں ،ظاہر میں پیروی کا ادعا کرتے ہیں ،مگرا عمال میں ولی کے فرمان کی مخالفت کرتے ہیں ۔

(ویقولون طاعۃ فاذا برزوا من عندک بیّت طائفۃ منھم غیر الذی تقول)اور یہ لوگ پہلے اطاعت کی بات کرتے ہیں ،پھر جب آپ کے پاس سے باہر نکلتے ہیں تو پھر ایک گروہ اپنے قول کے خلاف تدبیریں کرتا ہے ۔قرآن کریم نے ایمان اور نفاق کو جانچنے اور پر کھنے کے لئے معاشرتی و سیاسی میدان میں حضور کو ،معیار و محک قرار دیا ہے ،صرف پیاؐمبر گرامی کی اجازت سے اس میدان کوترک کیا جا سکتا ہے ۔ (انما المؤمنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذہبوا حتی یستأ ذنوہ ان الذین یستأ ذنونک اولئک الذین یؤمنون باللہ ورسولہ) مومنین صرف وہ افراد ہیں جو خدا ورسول پر ایمان رکھتے ہوں اور جب اجتماعی کام میں مصروف ہو ں تو اس وقت تک کہیں نہ جائیں جب تک اجازت حاصل نہ ہوجائے ،بے شک جو لوگ آپ سے اجازت حاصل کرتے ہیں وہی اللہ و رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔مذکورہ آیت کے مصادیق میں سے ایک غسیل الملائکہ (ملائکہ کے ذریعہ غسل دئے ہوئے) حنظلہ ہیں

جناب حنظلہ کی شادی ہی کی شب، مسلمان احد کے لئے حرکت کر رہے تھے ،جناب حنظلہ نے رسوّل گرامی سے اجازت چاہی کہ ایک شب شریک حیات کے پاس گزار کر صبح کو احد میں حاضر ہو جائیں گے ،آپ نے اجازت بھی فرمادی جناب حنظلہ دو سرے روز احد پہونچ کر جنگ کے لئے آمادہ ہوئے اور اسی جنگ میں درجۂ شہادت پر فائز بھی ہوئے پیامبر گرامی نے شہادت کے بعد فرمایا : حنظلہ کو ملائکہ غسل دے رہے تھے ۔

جناب حنظلہ کے عمل کے نقطۂ مقابل ،جنگ خندق میں منافقین کی حرکت ہے ،رسولؐ اسلام نے اس جنگ میں خندق بنانے کے لئے ،دس دس افراد کا دستہ بنا کر ایک ایک حصہ ان کے حوالہ کر دیا تھا جس وقت منافقین مسلمانوں کی چشم سے پوشیدہ ہوتے تو فریضہ سے سر پیچی کرتے اور جب مسلمان کی آہٹ پاتے تو مشغول ہو جاتے ذیل کی آیت منافقین کے زشت فعل کو بیان کر رہی ہے ۔ (قد یعلم اللہ الذین یتسللون منکم لواذاً فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم) اللہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے خاموشی سے الگ ہو جاتے ہیں لہذا جو لوگ حکم خدا کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس امر سے ڈریں کہیں ان تک کوئی فتنہ پہونچ جائے یا کوئی دردناک عذاب نازل ہو جائے ۔

دوسری آیت جو منافقین کی ،دستورات پیامبرؐ سے عملی مخالفت کو بیان کررہی ہے، سورہ توبہ کی آیت نمبر ۸۱ ہے ،خداوند عالم اس آیت اور بعد والی آیت میں منافقین کے عمل کی شدت سے سرزنش و توبیخ کرتے ہوئے سخت عذاب کا وعدہ دے رہا ہے ۔ (فرح المخلفون بمقعدھم خلاف رسول اللہ و کرھوا أن یجاھدوا باموالھم وأنفسھم فی سبیل اللہ وقالوا لا تنفروا فی الحرّ قل نار جھنّم اشد حرا لوکانوا یفقھون فلیضحکوا قلیلا و لیبکوا کثیرا جزاء بما کانوا یکسبون) جو لوگ جنگ تبوک میں نہیں گئے وہ رسول اللہ کے پیچھے بیٹھے رہ جانے پر خوشحال ہیں اور انہیں اپنے جان و مال سے راہ خدا میں جہاد ناگوار معلوم ہوتا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ تم لوگ گرمی میں نہ نکلو تو اے پیامبرؐ!آپ کہہ دیجئے کہ آتش جہنم اس سے زیادہ گرم ہے اگر یہ لوگ کچھ سمجھنے والے ہیں اب یہ لوگ ہنسیں کم اور روئیں زیادہ کہ یہی ان کے کئے کی جزا ہے۔

جیسا کہ آیت کے لحن و طرز سے ظاہر ہے منافقین رسول اسلامؐ کے ساتھ جنگوں میں شریک نہیں ہو تے تھے اور وہ اپنے اس زشت عمل سے نادم و پشیمان ہونے کے بجائے اس خلاف ورزی سے خوش حال اور مسرور بھی رہتے تھے،وہ صرف یہی نہیں کہ خود میدان جنگ میں شریک نہ ہوتے،بلکہ اپنی مغرضانہ و معاندانہ تبلیغ سے جہاد پر جانے والوں کو روکتے بھی تھے ۔

۳۔ولایت کی حریم کو پامال کر نا :ولایت ستیزی کے زمرہ میں منافقین کا ایک اور عملی شاہکار ، حریم ولایت کی حرمت کو پامال کرنا ہے ۔قرآن مجید نے ولایت کی حریم کو معین کردیا ہے اور اس حریم کا تحفظ و احترام ،اہل اسلام کا وظیفہ ہے، پہلی حریم یہ ہے کہ جب صاحب ولایت کی طرف سے کوئی حکم صادر ہو ، بغیر کسی چون وچرا کے اطاعت کی جائے اگر ولی یعنی صاحب ولایت کی اطاعت نہ ہو تو اسلامی نظام کہیں کا نہیں رہے گا ۔ (وما کان لمؤمن ولامؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لہم الخیرۃ من امرہم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضلّ ضلالا مبینا)اور کسی مومن مرد یا عورت کو اختیار نہیں ہے کہ جب خدا و رسول کسی امر کے بارے میں فیصلہ کردیں تو وہ بھی اپنے امر کے بارے میں صاحب اختیار بن جائے اور جو بھی خدا و رسول کی نا فرمانی کرے گا وہ بڑی کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہو گا ۔

صاحب ولایت کی طرف سے فرمان و حکم جاری ہو جانے کے بعد اظہار نظر ، ذاتی سلیقہ و روش ،اشکال تراشی کی کوئی گنجائش نہیں منافقین صاحب ولایت کے فرامین کی مخالفت و رو گردانی سے ولایت کی حریم کو پامال کرنا چاہتے ہیں اور اپنے اس فعل کے ذریعہ دوسروں کو بھی نا فرمانی کی تشویق دلاتے ہیں ۔سورہ توبہ کی آیت نمبر ۸۱ میں پیامبر عظیم الشانؐ کے فرمان کی، مخالفین کے ذریعہ رو گردانی و مخالفت ، نیز ان کی خوشحالی و رضایت کا ذکر ، صراحتاً ہو چکا ہے ، البتہ فرامین کا بغیر چون وچرا اجرا کر نے کا مطلب ،مشورت و نصیحت نیزیاد دہانی کے متعارض نہیں ہے ۔جب تک منصب ولایت کی طرف سے کوئی حکم و دستور کا صدور نہ ہوا ہو،نہ صرف یہ کہ افراد نصیحت و مشورہ کا جواز رکھتے ہیں بلکہ '' النصیحہ لائمۃ المسلمین ''کی بنا پر اپنے نظریات و خیالات کا صاحب ولایت کے محضر میں بیان کرنا واجب ہے لیکن جب ولّی نے کسی امرکی تصمیم گیری کر لی ہے تو سب کا وظیفہ اطاعت وفرماں برداری

ہے،حتی وہ افراد بھی جو مشورت کے مرحلے میں اس تصمیم و عمل کے مخالف نظر تھے یعنی کوئی بھی فرد ،مخالف نظر ،کا عذر پیش کرتے ہوئے اطاعت سے رو گردانی نہیں کرسکتا ہے ۔ابن عباس ،امیر المومنین حضرت علیؑ کو مشورے دیتے ہیں کہ آپ معاویہ کو شام میں رہنے دیں اور بصرہ و کوفہ کی امارت طلحہ و زبیر کے سپرد کر دیں حالات آرام ہو جانے کے بعد ان کو معزول کر دیں ،امام علیؑ نے ابن عباس کا مشورہ رد کرتے ہوئے فرمایا : (لا افسد دینی بدنیا غیری لک ان تشیر علیّ و اریٰ فان عصیتک فأطعنی) میں اپنے دین کو دوسروں کی دنیا کے لئے تباہ و برباد نہیں کر سکتا ،تمہیں مجھے مشورہ دینے کا حق حاصل ہے ،اس کے بعد رای میری ہے ،لھذا اگر میں تمہارے خلاف بھی رای قائم کرلوں تو تمہارا فریضہ ہے کہ میری اطاعت کرو ۔بہت زیادہ روایات ،اسلامی معاشرے کے قائدین کی نصیحت و خیر خواہی کے سلسلہ میں آئی ہیں ،نصیحت و خیر خواہی ایک قیمتی شئی اور لوگوں کے لئے ایک فریضہ ہے حضرت امام علیؑ اشخاص پر رہبر ورہنما کے حقوق میں ایک حق نصیحت و رہنمائی کو سمجھتے ہیں ۔ (واما حقی علیکم ۔۔۔النصیحۃ فی المشھد والمغیب)میرا حق تم پر یہ ہے کہ باطن وظاہر میں نصیحت وخیر خواہی کو ہاتھ سے نہ جانے دو ۔

اسی طریقہ سے حضرت علیؑ نے پیامبر اسلامؐ اور اپنے نیک و ممتاز اصحاب کی تجلیل و تکریم کے بعد ،ان سے چاہتے ہیں کہ خالصانہ نصیحت سے ان کی مساعدت کریں ۔ (۔۔۔فا عینونی بمنا صحۃ خلیۃ من الغش سلیمۃ من الریب)مجھے خالصانہ و ہر قسم کے شک و تردید سے جدا ،نصیحت سے میری مدد و نصرت کرو ۔

نصیحت وخیر خواہی سب کے لئے ،خصوصاًمعاشرہ کے افراد کی نصیحت اسلامی نظام کے رہبر کے لئے ،ایک قیمتی شی اور فریضہ ہے ،اس شرط کے ساتھ کہ واقعی مصداق نصیحت ہو،اس لئے کہ کینہ پروری کی بنا پر عیب کی تلاش ،در حقیقت نصیحت نہیں ہے ،معرکہ آرائی ،بے مورد اتہام ،ایک طرفہ و شتاب زدہ فیصلہ وغیرہ نصایح نہیں ہیں ۔

اس نکتہ کی طرف بھی توجہ مرکوز ہونی چاہئے کہ ،ولائی اوامر ،ہیں خواہ ولائی معصومؑ ،خواہ ولائی ولی فقیہ ، میں مطیع فرمان بردار ہونا چاہئے اور یہ وہ نکتہ ہے جسے قرآن نے بھی بیان کیا ہے ،اور علم فقہ میں بھی (حاکم کے حکم کو دوسرے مجتہد کا نقض کرنا حرام ہے) کے تحت ذکر کیا گیا ہے ۔لیکن جہاں حکم ، الہی و شرعی نہ ہو ،ہر مسلمان کو نظر کے اظہار کا حق ہے ،کبھی بھی پیامبر عظیم الشان ؐاس نوع کے اظہار کو منع نہیں کرتے تھے بلکہ تعریف و تشویق بھی کرتے تھے ۔جنگ احزاب میں رسولؐ اکرم نے حضرت سلمانؓ کی خندق بنانے کی فکر و نظر اور خیر خواہی کو قبول کرتے ہوئے مورد تاکید بھی قرار دیا ،حضرت سلمانؓ نے پیامبرؐ سے عرض کیا ،فارس علاقہ میں جب بھی دشمن کا خطرہ ہوتا ہے شہر کے اطراف میں خندق کھود کر دشمن کی پیش قدمی کو روکا جاتا ہے لہذا مدینہ کے اطراف میں آسیب پذیر علاقے جہاں دشمن وسائل جنگی کو آسانی سے عبور دے سکتا ہے، وہاں خندق کھودکران کی پیش قدمی کوروک دیا جائے ،اور خندق کے اطراف میں سوراخ و برج بنا کر دشمن کی نقل وحرکت پر نگاہ رکھتے ہوئے شہر کا دفاع کیا جائے پیامبر اسلامؐ نے حضرت سلمانؓ کی نظر کو منظور کرتے ہوئے خندق کھودنے میں مشغول ہوگئےایک دوسری آیت تصریح کر رہی ہے کہ صاحب ولایت کے فرامین سے ہمراہی لازم ہے ،اس کے اوامر پر سبقت ممنوع ہے ۔

(یاایہا الذین آمنوالا تقدموابین یدی اللہ ورسولہ) اے ایمان والو! خبر دار خدا و رسول کے سامنے اپنی بات کو آگے نہ بڑھاؤ۔ خدا اور پیامبرؐ سے سبقت لینا یعنی خدا و پیامبرؐ کے با صراحت دستور و حکم کے سامنے شخصی طور و طریقہ کو استعال کرنا ،یا کسی دوسرے نظریہ کو بیان کرنا،ولایت سے سبقت لینا یعنی صاحب ولایت کی گفتار و اقول کو کچھ اس طرح تفسیر وتشریح کرناکہ اپنی پسند و خواہش کے مطابق ہو ۔حضرت امام صادقؑ سے اس نوعیت کی تاویل کو مورد لعنت قرار دیا ہے ۔ (قوم یزعمون انی اما مھم واللہ ماانا بامام لہم لعنہم اللہ کلما سترت سرا ہتکوہ اقول کذا وکذا فیقولون انما یعنی کذا وکذا فیقلون انما یعنی کذا وکذا انما انا امام من اطاعنی)بعض خیال کرتے ہیں کہ میں ان کا امام ہوں خدا کی قسم میں ان لوگوں کا امام نہیں ہوں خدا ان لوگوں پر لعنت کرے ،میں جس

راز کو مخفی رکھنا چاہتا ہوں وہ افشا کرتے ہیں ،میں کسی قول کو پیش کرتا ہوں ،وہ لوگ کہتے ہیں کہ امام کا مقصد یہ ہے وہ ہے(تاویل کرتے ہیں)میں صرف ان افراد کا امام ہوں جو میرے اطاعت گذار و فرمان بر دار ہیں ۔

بہر حال ولایت کی حریم میں سے ایک ،بغیر چون وچرا صاحب ولایت کے احکام و دستور کی پیروی و اطاعت کرنا ہے ۔ منافقین کا طرز عمل پیامبرؐ اکرم کے فرمان و دستور کی خلاف ورزی،اور حضرت کے حریم کی حرمت شکنی تھا،لیکن جیسا کہ وضاحت کی گئی کہ معاشرے کے قائدین کے لئے ناصح وخیر خواہ کا لازم ہونا ،چون وچراکے بغیر اطاعت گزار و فرمان بردار ہونے سے کوئی تعارض وتضاد نہیں رکھتا ہے۔ولایت کے لئے دوسری حریم جو قرآن بیان کر رہا ہے ،ولایت کے احترام کا لازم ہونا ہے ،قرآن مجید کا پیامبر اسلامؐ کے حضور میں صدا کو بلند نہ کرنے کا حکم دینا احترام ولایت کے مصادیق میں سے ہے ۔ (یاایھا الذین آمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا الہ بالقول کجہر بعضکم لبعض)اے صاحبان ایمان خبر دار!تم اپنی آواز کو نبی کے آواز پر بلند نہ کرنا،اور ان سے اس طرح بلند آواز میں بات نہ کرنا جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔دوسری آیت میں بھی اسی قسم کے مفہوم کو پیش کیا گیا ہے ۔ (لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً)مسلمانوں!خبر دار رسول کو اس طرح نہ پکارو جسطرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

فوق کی دونوں آیات صاحب ولایت سے مومنین کے صحیح برتاؤ ورفتار کو بیان کرتے ہوئے پیامبرؐ اکرم سے منافقین کے زشت بر تاؤ و روش کو بھی بطور کنایہ پیش کر رہی ہے ،صاحب ولایت کے احترام کو تباہ کرنے کے سلسلہ میں منافقین کا ایک اور حربہ ،صاحب ولایت (ولی) کو سادہ لوحی کا خطاب دینا ہے۔

(و منھم الذین یوذون النبی و یقولون ہو اذن) ان میں سے وہ بھی ہیں جو پیامبر کو اذیت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وتو صرف کان والے (خوش خیال و سادہ لوح)ہیں ۔ولایت کی حریم کو پامال کرنے کے لئے منافقین کی ایک دوسری روش صاحب ولایت

(پیامبر اکرمؐ)کے افعال ورفتار پر تنقید کرنا تھا ۔ حر قوص ابن زہیر جو بعد میں خوارج کا سرغنہ قرارپایا جنگ حنین کے غنائم کی تقسیم کے وقت رسول اسلامؐ پر اعتراض کر تے ہوئے کہا : عدالت سے تقسیم کریں حضرت نے فرمایا : مجھ سے عادل تر کون ہے ؟اس سوء ادب کی بنا پر ایک مسلمان نے اس کوہلاک کر نا چاہا پیامبرؐ اسلام نے فرمایا :اسے چھوڑ دو اس کے کچھ مرید ہوں گے اور اتنی عبادت کریں گے کہ تم لوگ اپنی عبادت کوکم حیثیت سمجھو گے لیکن اس قدر عبادت کرنے کے با وجود دین سے خارج ہو جائیں گے حر قوص ابن زہیر نہروان میں امام علیؑ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا ذیل کی آیت حرقوص کی حرکت کی مذمت میں اور بعض منافقین کے لئے جو رسولؐ اکرم کو قتل کر نا چاہتے تھے نازل ہوئی ہے ۔

(ومنہم من یلمزک فی الصدقات فان اعطوا منہا رضوا وان لم یعطوا منہا اذا ہم یسخطون) اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو خیرات کے بارے میں الزام لگا تے ہیں کہ انہیں کچھ مل جائے تو راضی ہو جائیں گے ،اور نہ دیا جائے تو ناراض ہو جائیں گے .

منافقین کی دوسری سیاسی خصوصیتیں

موقع پرست ہونا

قرآن کی نظر کے مطابق منافقین کی سیاسی خصائص میں سے ایک موقع پرست ہونا ہے ،ان کے لئے صرف اپنے منافع اہمیت کے حامل ہوتے ہیں ،نفاق کی طرف مائل ہونے کی وجہ بھی یہی ہے ،موقع پرستی کاآشکار وظاہر مصداق کہ جس کے چند مورد کی قرآن نے تصریح کی ہے ۔غنائم کو حاصل کرنے اور میدان نبرد وجنگ سے فرار کر نے میں موقع پرستی کے ماہر تھے، جس وقت مسلمین کامیاب ہوتے تھے بلا فاصلہ خود کو مسلمانوں کی صف میں پہنچا دیتے تھے تا کہ جنگ کے غنائم سے بہرہ مند ہو سکیں اور جس وقت مسلمان شکست و ناکامی سے دو چار ہوتے تھے ،فوراًاسلام کے دشمنوں سے کہتے تھے ،کیا تم سے نہیں کہا تھا کہ اسلامی حکومت نام نہاد حکومت ہے ،اور تم کامیاب ہوگے،ہمارا حصہ حوالہ کردو ،قرآن مجید منافقین کی موقع پرستی کو ان الفاظ میں بیان کر رہا ہے ۔

(الذین یتربصون بکم فان کان لکم فتح من اللہ قالوا الم نکن معکم وان کان للکافرین نصیب قالوا الم نستحوذ علیکم و نمنعکم من المؤمنین فاللہ یحکم بینکم یوم القیامۃ ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا)اور یہ منافقین تمہارے حالات کا انتظار کرتے رہتے ہیں کہ تمہیں خدا کی طرف سے فتح نصیب ہو تو کہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے اور اگر کفار کو کوئی حصہ مل جائے گا تو ان سے کہیں گے کہ کیا ہم تم پر غالب نہیں آگئے تھے اور تمہیں مومنین سے بچا نہیں لیا تھا،تو اب خدا ہی قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور خدا کفار کیلئے صاحبان ایمان کے خلاف کوئی راہ نہیں دے سکتا ۔موقع پرست اشخاص مشکلات و رنج میں ہمراہ نہیں ہوتے ،لیکن فتح وظفر کی علامت ظاہر ہوتے ہی ان کے چہرے نظر آنے لگتے ہیں اور اپنے سہم و حقوق کا مطالبہ ہونے لگتاہے،ذیل کی آیت واضح طریقہ سے ان کی موقع پرستی کو بیان کر رہی ہے۔ (اشحۃ علیکم فاذا جاء الخوف رأیتہم ینظرون الیک تدور اعینہم کالذی یغشی من الموت فاذا ذھب الخوف سلقوکم بألسنۃ حداد اشحۃ علی الخیر)یہ تم سے جان چراتے ہیں اور جب خوف سامنے آجائے گا تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کی طرف اس طرح دیکھیں گے کہ جیسے ان کی آنکھیں یوں پھر رہی ہیں جیسے موت کی غشی طاری ہو اور جب خوف چلا جائے گا تو آپ پر تیز زبانوں کے ساتھ حملہ کریں گے اور انہیں مال غنیمت کی حرص ہوگی ۔

سورۂ احزاب کی آیت نمبر بیسمیں بھی ان کے سخت ،حساس ،بحران زدہ لحظات سے فرار کو اچھے طرز سے بیان کیا گیا ہے۔ (یحسبون الأحزاب لم یذھبواوان یأت الأحزاب یودو لوأنہم بادون فی الاعراب یسئلون عن انبائکم ولو کانوا فیکم ما قاتلوا الا قلیلا) یہ لوگ ابھی تک اس خیال میں ہیں کے کفار کے لشکر گئے نہیں ہیں اور اگر دوبارہ لشکر آجائیں تو یہ یہی چاہیں گے کہ کاش دیہاتیوں کے ساتھ صحراؤں میں آباد ہوگئے ہوتے اور وہاں سے تمہاری خبریں دریافت کرتے رہتے اور اگر تمہارے ساتھ ہوتے بھی تو بہت کم ہی جہاد کرتے ۔

مذکورہ دونوں آیات (۱۹،۲۰سورہ احزاب) سے استفادہ ہوتا ہے کہ منافقین مسلمانوں کے حق میں فوق العادہ بخیل ہیں،اہل اسلام کیلئے کسی قسم کی ہمراہی کرنے کے لئے حاضر نہیں،کسی بھی قسم کی مالی ،جانی،فکری مساعدت سے گریز کرتے ہوئے بالکل غیریت برتتے

ہیں جب ایثار و شہادت کی بات آتی ہے توخلاف عادت بزدلی کا شکار ہوجاتے ہیں ،قلب و دل کھو بیٹھنے کا امکان رہتا ہے لیکن جب خطرات دور ہوجاتے ہیں تو مال غنیمت کے لئے میدان میں حاضر ہو جاتے ہیں یہ چاہتے ہیں کہ ہمیشہ حالات کے نظارہ کرتے رہیں دوسرے الفاظ میں یوں کیا جائے کہ تالاب کے کنارہ بیٹھے رہتے رہیں اور حالات کا جائزہ لیتے رہیں اور قدم اس وقت رکھتے ہیں جب مطمئن ہوجائیں کہ خطرہ ٹل چکا ہے،ان کا ہم وغم مال غنیمت کا حصول ہے تاریخ سے نقل کیا جاتاہے کہ پیامبر اکرمؐ نے جنگ خیبر کے موقع پر فرمایا: خیبر کے غنائم ان اشخاص کے لئے ہیں جو حدیبیہ اوراس کے سخت شرائط میں شریک تھے چونکہ منافقین نے حدیبیہ میں شرکت نہیں کی تھی وہ جنگ خیبر میں اس فکر کے ساتھ کہ مال غنیمت زیادہ ملے گا شریک ہونا چاہتے تھے پیامبرؐ اسلام نے اس فرمان کے ذریعہ ،ان کی موقع پرستی کو بے آبرو کر کے رکھدیا ،اگر چہ منافقین نے پیامبر عظیم الشانؐ و مسلمانوں پرنکتہ چینی واعتراضات کرتے ہوتے حسادت ورزی کے الزام لگائے ذیل کی آیت اسی سلسلہ میں نازل ہوئی ہے:

(سیقولون المخلفون اذا انطلقتم الی مغانم لتاخذوھا ذرونا نتبعکم یریدون ان یبدلو اکلام اللہ قل لن تتبعونا کذلکم قال اللہ من قبل فیقولون بل تحسدوننا بل کانوا لا یفقھون الا قلیلا)عنقریب یہ پیچھے رہ جانے والے تم سے کہیں گے جب تم مال غنیمت لینے کے لئے جانے لگوگے کہ اجازت دو ہم بھی تمہارے ساتھ چل چلیں یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو تبدیل کردیں تو تم کہدو کہ تم لوگ ہمارے ساتھ نہیں آسکتے ہو، اللہ نے یہ بات پہلے سے طے کردی ہے پھر یہ کہیں گے کہ تم لوگ ہم سے حسد رکھتے ہو، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ بات کو بہت کم سمجھ پاتے ہیں ۔

اگر ہم اوّل اسلام سے اب تک کی تاریخ کو ملاحظہ کریں تو اس نکتہ کی طرف ضرور متوجہ ہونگے کہ مسلمانوں کو اب تک جو ہزیمت اٹھانی پڑی ہے اس کے اسباب و علل ،اہل اسلام کی صفوف میں موقع پرست افراد کی دراندازی کا نتیجہ ہے ۔بنی امیہ جس نے ایک ہزار سال ، اسلامی مملکت پرحکومت کی اور اپنے ادوار حکومت میں شرم آور ترین افعال اور قبیح و زشت کارنامے کے مرتکب ہوئے اسلام میں موقع پرست اشخاص کے نفوذ کا نتیجہ تھا ۔

ابو سفیان جس کے پاس فتح مکہ کے بعد اظہار اسلام کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا جس کے جسم وروح میں اسلام نام کی کوئی شی نہ تھی وہ موقع پرستی کی بنا پر حکومت کے عالی منصب میں نفوذ کرتا چلاگیا یہاں تک کہ عثمان کے زمانے میں بہت زیادہ ہی قدرت و اقتدار کا حامل تھا بلکہ اس سے قبل ہی شام کی حکومت اس کے فرزندوں کے ہاتھ میں تھی ۔بنی عباس کی بھی موقع پرستی ،انقلاب کے تمام طرفدار حضرات کے لئے ایک عبرت کا مقام ہے ،بنی عباس نے اہلبیت اطہار کی محبوبیت وآل محمد علیہم السلام کی رضایت کے نام پر قیام کر کے لوگوں کو اپنے اطراف جمع کرلیا اور جب اپنے اس ہدف میں کامیاب ہوگئے تو اہلبیت اطہارؑ پر ویسے ہی مظالم کئے جیسے بنی امیہ کر تے تھے تقریباً شیعوں کے نصف آئمہ کی تعداد بنی امیہ اور نصف ائمہ، بنی عباس کے ذریعہ شہید کئے گئے۔ حضرت امام صادقؑ آغاز ہی سے اس موقع پرستی کی تحریک کو پہچانتے تھے جس وقت ابو مسلم نے آپ کے پاس خط لکھا کہ آپ تیار رہیے ہم خلافت آپ کے حوالہ کرنا چاہتے ہیں امام نے فرمایا: (ما انت من رجالی ولا الزمان زمانی) نہ تم میرے افراد میں سے ہو اور نہ ہی زمانہ میرا زمانہ ہے۔جس وقت ابو سلمہ خلال ،بنی عباس کے طرفدار نے اس مضمون کا خط امام کی لئے بھیجا آپ نے نامہ جلاتے ہوئے فرمایا: (مالی و لأبی سلمة ہو شیعة لغیری) مجھے ابو سلمہ سے کیا کام؟ وہ تو کسی اور کا تابع اور پیرو ہے۔تاریخ معاصر میں بھی مشروطیت تحریک میں موقع پرستوں کے نفوذ کی بنا پر تاریخ دردناک حوادث کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے،مشروطیت تحریک اور قیام کو وجود میں لانے والے وحید خراسانی ،شیخ فضل اللہ مازندارنی و شیخ فضل اللہ نوری جیسے عظیم و ممتاز علماء تھے یہ علماء تھے جو سخت و مشکل مراحل میں میدان میں حاضراور تحریک کو کامیابی کی طرف لے جا رہے تھے ،جیسے ہی کامیابی کے آثار نمایاں ہونے لگے مغرب زدہ افراد،آزادی اور عدم استبداد کا نعرہ بلند کرتے ہوئے موقع پر حاضر ہوگئے، علماء پر تہمت کی بارش کرتے ہوئے ،مشروطیت کو اس کے صحیح راہ و روشسے منحرف کربیٹھے ،اس وقت حالات یہ ہوگئے کہ ،ما حصل مشروطہ ،استبداد سے لبریز پہلوی کی پچاس سالہ حکومت تھی۔

شیخ فضل اللہ نوری جو مشروطہ کیبانی حضرات میں سے تھے ،مشروطہ کی مخالفت کے جرم میں تختہ دار پر لٹکا دئے گئے اور شہادت کے بعد ان کے بدن و جسم سے وہ بے حرمتی کی گئی جسے قلم بیان کرنے سے قاصر ہےآخوند خراسانی اور انجمن کے دیگر قائدین مخفیانہ شہید کر دئے گئے موقع پرست تحریک کو اصل ہدف و مقصد سے موڑ کر اپنے منافع کی خاطر تحریک پر قابض ہو گئے ۔ صنعت پٹرولیم کو ملّی کرنے کی تحریک میں مرحوم آیت اللہ کا شانی مبارزے کے میدان میں وارد عمل ہوئے ہم عصر بزرگفقہاء جیسے آیت اللہ محمد تقی خوانساری، آیت اللہ سید محمد روحانی،سے فتاویٰ حاصل کرکے،اس تحریک کے لئے معاشرہ کے افراد کی حما یت کو منظم کیا،لیکن اس تحریک کی کا میابی کے بعد موقع پرست،تعصب قومی کے دلدادہ (مذہب ورو حانیت کے مخا لف)حاضروآمادہ دسترخوان پربرا جمان ہوگئے،شکریہ وسپاس گذاری کے بجائے نمک کھا کر،نمک حرامی کے مصادیق افعال انجام دینے لگے ۔آیت اللہ کا شانی کے محضر میں بدترین وبیہودہ ترین حرکات انجام دیتے تھے،آپ کوگوشہ نشینی پر مجبور کردیا گیا،شہید نواب صفوی اورآپ کے ہم رکاب جواس تحریک کو کامیاب بنانے میں اہم رول ادا کئے تھے،مصدق کے مسند قدرت پرتکیہ دینے کے بعدزندان کے حوالہ کردئے گئے ۔آیت اللہ شہید مطہری قدس سرہ نے مختلف تحریکوں میں،موقع پرستوں کے نفوذکے سلسلہ میں عمیق وکامل نکات کوعرض کیاہے جس کونقل کرنا بہت فائدہ مند ہے ۔ایک تحریک کے اندر،موقع پرست افراد کانفوذاوررخنہ اس تحریک کے لئے عظیم آفت و مصیبت ہے،تحریک کے ارکان وقائدین کااہم فریضہ ہے کہ اس قسم کے افرادکے نفوذورخنہ کے راستے کومسدود کردیں،جوتحریک بھی اپنے اول مرحلہ کوطے کررہی ہوتی ہے اس کی مشکلا ت ودشواری وغیرہ صاحب ایمان اوراخلاص وفداکارافرادکے کاندھوں پر ہوتی ہے لیکن جیسے ہی اس تحریک کے ثمرہ دینے کا وقت آتا ہے یااس کے آثارنمایاں ہونےلگتے ہیں،گلستان تحریک کی کلیاں کھلنے لگتی ہیں،موقع پرست افرادکے سروگردن دکھائی دینے شروع ہوجاتے ہیں،جیسے جیسے دشواری میں کمی آنے لگتی ہےاورثمرے کے استفادہ کاوقت نزدیکترہوتارہتاہے موقع پرست وفرصت طلب پہلے سے کہیں زیادہ تحریک اورانجمن کے لئے سینہ چاک کر کے میدان عمل میں وارد ہوتے ہیں اور آہستہ آہستہ ،تحریک کے سابقین،انقلابی،فداکارمومن

اوردل سوز کومیدان سے بے دخل کرتے چلے جاتے ہیں، اس نوعیت کے اقدام اس طرح عام ہو چکے ہیں کہ مثل کے طورپر کہا جانے لگا ہے انقلاب فرزند خورہے گویا انقلاب کی خاصیت یہ ہے کہ جیسے ہی کامیابی سے ہم کنار ہوا اپنے فرزند (ممبران)کو ایک ایک کرکے ختم کر دیتاہے،لیکن انقلاب فرزند خور نہیں ہے بلکہ موقع پرست افراد کے رخنہ ونفوذ سے غفلت ورزی ہے جو حادثہ کووجود میں لاتا ہے کہیں دور تلاش کرنے کی ضرورت نہیں،مشروطیت تحریک کے انقلاب کوکون سے افراد نے پایۂ تکمیل تک پہنچا یا؟ کامیابی دلانے کے بعد کیسے کیسے چہرے منصب اور مقام پر قابض ہوئے اور سرانجام کیا ہوا؟ آزادی طلب مجاہدین ، قومی سربراہ وقائدین ایک گوشہ میں ڈال دئے گئے فراموشی کے حوالہ کردئے گئے اور آخر کا گرسنگی و گمنامی کی حالت میں سپرد خاک کردئے گئے لیکن وہ فلان الدولہ و غیرہ ۔ ۔ ۔ جو کل تک استبداد و ڈکٹیر کے پرچم تلے انقلابی طاقتوں سے بر سرپیکار تھے،نیز مشروطیت تحریک کے ممبران کی گردنوں میں پھانسی کی رسی ڈال رہے تھے، وہ صدارت عظمیٰ کے منصب پرفائز ہوگئے سرانجام مشروطیت تحریک ڈکٹیر شپ میں تبدیل ہو کر رہ گئی ۔ موقع پرستی کا منحوس اثر اسلام کی اول تاریخ میں بھی آشکار ہوا عثمان کے دور خلافت میں موقع پرست افراد نے صاحبان ایمان واسلام کے مقام و مقاصد کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا ، رسول کے ذریعہ مدینہ سے اخراج شدہ فرد وزیر بن گئے اور کعب الاحبار کردار والے اشخاص مشاور، ابوذرؓو عمارؓ صفت والے یا تو شہر بدر کردئے گئے یا خلافت کے قدموں تلے روند ڈالے گئے۔

کیوں قرآن فتح مکہ کے قبل کے جہاد ، و انفاق میں اورفتح مکہ کے بعد کے انفاق و جہاد میں فرق قرار دے رہا ہے ، در حقیقت قرآن فتح مکہ کے قبل کے مومن و منفق ا ورفتح مکہ کے بعد مومن منفق کے در میان تفریق کا قائل ہے ۔ (لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا و کلا وعد اللہ الحسنیٰ و اللہ بما تعلمون خبیر)اور تم میں فتح مکہ سے پہلے انفاق کرنے والا اور جہاد کرنے والا اس شخص کے جیسا نہیں ہوسکتا ہے کہ جس نے فتح مکہ کے بعد انفاق اور جہاد کیا ہے پہلے جہاد کرنے والے کا درجہ بہت بلند ہے اگرچہ خدانے سب سے نیکی کا وعدہ کیا ہے اور وہ تمہارے جملہ اعمال سے باخبر ہے ۔ راز مطلب

واضح ہے فتح مکہ جو کچھ بھی تھا دشواری، مشکلات، مشقت کا تحمل ہی تھا فتح مکہ سے قبل ایمان، انفاق وجہاد ،اخلاص تر و بے شائبہ تر تھا موقع پرستی کی روح و فکر سے بعید تر تھا ،بر خلاف فتح مکہ کے بعد کے انفاق ، ایمان و جہاد، ان میں اخلاص بی شایبہ نہ تھا ۔ تحریک کو ایک اصلاح طلب فرد آغاز کرتاہے موقع پرست نہیں، اسی طریقہ سے تحریک کے مقاصد کو ایک اصلاح طلب مومن آگے بڑھا سکتاہے نہ موقع پرست کہ ہمیشہ اپنے منافع کے فکر و خیال میں رہتاہے۔بہرحال موقع پرست افراد کے نفوذ و رخنہ سے مبارزہ و معرکہ آرائی ہی (فریب دینے والے ظواہر کے با وجود)ایک بنیادی شرط ہے تا کہ ایک تحریک اپنے اصلی راستہ و ہدف پر گام زن رہے انقلاب اسلامی کے اصلی معمار حضرت امام خمینیؒ بھی اس خطرے کو محسوس کر تے ہوئے، نیزتاریخ ماضی سے عبرت حاصل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ہمیشہ موقع پرست اور سوء استفادہ کرنے والوں سے ہوشیار رہنا چاہئے،اور ان کو فرصت نہیں دینا چاہئے کہ کشتی انقلاب اور اس کے چھوٹے موٹے وسائل کی بھی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے سکیں،آنے والی نسلوں کے لئے آپ کی وصیت و نصیحت یہ ہے کہ:میں تمہارے درمیان میں رہوں یا نہ رہوں تم سب لوگوں کو وصیت کر رہا ہوں کہ موقع و فرصت نہ دینا کہ اسلامی انقلاب نا اہل و نامحرم (غیر) افراد کے ہاتھوں میں چلا جائے .امام خمینیؒ مشروطہ تحریک سے عبرت گیری کی ضرورت کو پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اگر علما، ملت،خطبا ،دانشور ،روشنفکر ، صحافی اورمتعھد حضرات سستی کریں اور مشروطہ کے واقعات سے عبرت حاصل نہ کریں تو انقلاب انہیں حالات سے دو چار ہوگا جس سے مشروطہ تحریک دوچار ہوئی تھی

صاحبان غیرت دینی کی تحقیر

ادوار تاریخ میں انبیاء کے دشمنوں کی سیاسی رفتار کی ایک خصوصیت ،متدین غیرت دارافراد کی تحقیر ہے حضرت نوح کے دشمن نوح کی پیروی کرنے والے افراد کو پست، حقیر،وکوتاہ فکر سمجھتے تھے۔(و ما نریک اتبعک الاالذین ہم اراذلنا بادی الرای)اور تمہارے اتباع کرنے والوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ ہمارے پست طبقہ کے سادہ لوح افراد ہیں۔ حضرت نوحؑ کے دشمن آپ کی پیروی نہ

کرنے کی توجیہ و تاویل کرتے ہوئے یہ عذر پیش کرتے تھے کہ آپ کے پیروی کرنے والے پست انسان ہیں اور ہم ان کے ساتھ ہماہنگ معاشرت نہیں کر سکتے ۔

(قالوا أنؤمن واتبعک الارذلون) ان لوگوں نے کہا کہ ہم آپ پر کس طرح ایمان لے آئیں جب کہ آپ کے سارے پیرو کار پست طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔پیامبر اسلام کی تاریخ میں بھی اسی قسم کے واقعات ہمیں دکھائی دیتے ہوئے نظر آتے ہیں قریش کے بزرگان اپنے جاہل افکار کی بنا پر متضعف مومنین کے پہلو میں بیٹھنے کو اپنے لئے ننگ وعار سمجھتے تھے پیامبرؐ اسلام کو پیشکش کی کہ آپ ان افراد کو اپنے سے دور کردیں تو ہم آپ سے مل بیٹھیں گے اورآپ سے استفادہ کریں گے،کفار قریش کی اس پیشکش کے بعد ذیل کی آیت نازل ہوئی اور پیامبرؐ اسلام کو حکم دیا گیا کہ بطور قاطع کافروں کی پیشکش کو ٹھکرادیں ۔ (واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم با لغدٰوۃ و العشی یریدون وجہہ ولا تعد عینا کَ عنہم ترید زینۃ الحیٰوۃ الدنیا ولاتطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ہواہ وکان امرہ فرطاً) اور اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ صبر پر آمادہ کرو جو صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور اسی کے مرضی کے طلبگار ہیں اور خبر دار تمہاری نگاہیں ان کی طرف سے نہ پھر جائیں کہ زندگانی دنیا کی زینت کے طلبگار بن جاؤ اورہر گز اس کی اطاعت نہ کرنا جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے محروم کردیا ہے اور وہ اپنی خواہشات کا پیرو کار رہے اور اس کا کام سراسر زیادتی کرنا ہے تحقیر اور سفاہت کی تہمت انبیاء حضرات کے ماننے والوں تک محدود نہیں بلکہ خود انبیاء حضرات بھی دشمنوں کی طرف سے سفاہت کی تہمت کے شکار ہوتے تھے،قوم عاد صرحتا اور تاکید کے ساتھ حضرت ہودؑ کو سفیہ کہتی تھی ۔ (قال الملاء الذین کفروا من قومہ انا لنراک فی سفاہۃ) قوم میں سے کفر اختیار کرنے والے رؤسا نے کہا کہ ہم تم کو حماقت میں مبتلا دیکھ رہے ہیں۔

انبیاء و صاحبان ایمان کے دشمنوں میں سے بعض دشمن منافق ہیں جو دونوں روش کا استعمال کرتے ہیں،رسولؐ اسلام کی بھی تحقیر کرتے ہیں اور مومنین کی بھی، منافقین پیاًمبر اکرم کو سادہ لوح اور خوش خیال (زود باور) کہتے تھے اور مومنین کو سفہاء میں شمار کر تے تھے (واذا قیل لہم آمنوا کما آمن الناس قالوا انؤمن کما امن السفہاء الا انہم ہم السفہاء ولکن لا یعلمون) جب ان سے کہا جاتا ہے

کہ دو سرے مومنین کی طرح ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں کیا ہم بیو قوفوں کی طرح ایمان اختیار کریں؟حالانکہ اصل میں یہی بیوقوف ہیں اور انہیں اس کی واقفیت بھی نہیں ہے ۔لیکن چونکہ منافقین ،دین و ایمان کا اظہار کر تے تھے لہذا پیأمبر اکر م کی نبوت میں زیادہ اعتراضات و تکذیب کی جر أت نہیں رکھتے تھے بلکہ حضرت کی رفتار و گفتار اور اخلاقی خصائص میں عیبجوئیکیا کر تے تھے ،اسی طریقہ سے مومنین کی تحقیر و توہین میں ان کی دینی و سیاسی کا رکردگی کو مورد تنقید قرار دیتے تھےتا کہ اس تنقید کے ذریعہ ان کے اصل ایمان کا مضحکہو تمسخر کیا جا سکے۔

وہ افراد جو جنگ کے سلسلہ میں زیادہ خدمات انجام دے چکے تھے ،ان کی تحقیر کی نوعیت کچھ اور تھی اور وہ افراد جو اپنی بے بضاعتی کی بنا پر کم خدمات انجام دیتے تھے ان کی دوسرے طریقہ سے توہین کر تے تھے ۔(الذین یلمزون المطوعین من المؤمنین فی الصدقات والذین لا یجدون الا جھدھم فیسخرون منھم سخر اللہ منھم ولھم عذاب الیم) جو لوگ صدقات میں فراخ دلی سے حصہ لینے والے مومنین اور ان غریبو ں پر جن کے پاس ان کی محنت کے علاوہ کچھ نہیں ہے لزام لگاتے ہیں اور پھر ان کا مزاق اڑا تے ہیں،خدا ان کا بھی مزاق بنا دے گا اور اس کے پاس بڑا دردناک عذاب ہے ۔صاحبان ایمان کی تحقیر و توہین کر نے میں منا فقین کا اساسی ہدف یہ ہے کہ ان کی دینی غیرت و حیا کو سست کر تے ہوئے دینی فرائض کے انجام دینے کی حساسیت واشتیاق کو مومنین سے سلب کر لیا جائے ،یہ بات سب کے لئے آشکار ہے کہ جب تک مسلمانو ں میں بے لوث دینداری کے جذبات ،موجزن رہیں گے اسلامی اقدار کی توہین کیس مقابلہ میں عکس العمل کا اظہار کر تے رہیں گے ،لہذا منافقین اپنے اصلی ہدف و مقصد میں ،جو کہ دین کی حاکمیت کو پامال کر نا ہے ،کامیاب نہیں ہو سکتے منافقین، مومنین اور ان کے دیند اری کے مظاہر کی تحقیر و توہین کے ذریعہ کوشش کرتے ہیں کہ دین و مذہب کی حساسیت کوختم یا کم کر دیں ،دین واسلامی اقدار کو فردی و شخصی رفتار کے دائرہ میں محدود کر دیں تا کہ اس طریقۂ و زاویہ سے اسلامی حکومت کو تسخیر اور دین کے چہرہ کو مسخ کر سکیں ۔اسی بنیاد پر منافقین اغیار و بیگانہ سے روابط رکھے ہوئے ہیں اور دوستانہ سلوک کر تے ہیں، لیکن اپنوں اور مومنین سے غضب ناک ظلم و بربریت کا سلوک کر تے ہیں بالکل ان صفات کے

مخالف ہیں جسے خداوند متعال مومنین کے لئے ترسیم کررہا ہے ،خدا مومنین کے لئے (رحماء بینہم و اشداء علی الکفار) تعریف کر رہا ہے لیکن منافقین مومنین کی بہ نسبت اشداء ،اغیار کی بہ نسبت رحماء ہیں

وحدت اور ہمبستگی

منافقین کی سیاسی رفتار کی خصوصیت یہ ہے کہ اسلامی نظام کی حاکمیت واسلام پر ضرب لگانے کے لئے منظم وایک دوسرے سے مرتبط ہیں وہ لوگ اسلام کو آسیب پزیر بنانے کے لئے اور دینی حاکمیت کو ضعیف کرنے کیلئے اپنے داخلی اختلافات سے ہاتھ روک رکھے ہیں اوراسلام کے مقابلہ میں متحد ہو جاتے ہیں۔ (المنافقون والمنافقات بعضھم من بعض) منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں سب ایک دوسرے سے ہیں۔اس وحدت ویکجہتی کی آبیاری کے لئے سازشی مرکز بناتے ہیں اوراسلام کے خلاف کارکردگی کیلئے مخفی جلسات بھی تشکیل دیتے ہیں،ہرزمانہ کے سازشی مراکز اس عصروزمان کے تناسب سے ہوتاہے ،اس کاایک نمونہ مسجد ضرار کی تعمیرہے،کہ اس قضیہ کوبیان کیا جا چکا ہے ،وہ لوگ چاہتے تھے کے مسجد کے ذریعہ مومنین کے درمیان تفرقہ کی ایجاد ،اوردشمن کے لئے جاسوسی کریں اور مسلمین پرضربہ وارد کرنے،نیز کفرکی ترویج کے لئے استفادہ کریں کہ رسواوذلیل کردئے گئے ،اس واقعہ سے استفادہ ہوتاہے کہ منافقین اپنے منظم پروگرام کے تحت دین کے خلاف ہروسیلہ سے استفادہ کرتے ہیں، جہاں مناسب سمجھتے ہیں وہاں دین سے سوء استفادہ کرتے ہوئے حقیقی دین ہی کے خلاف استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ ان کی خواہش تھی کہ مسجدبنا کر،اس کے ذریعہ پیامبر اسلامؐ سے جنگ کے لئے استعمال کریں، مختلف جلسات کی تشکیل و تنظیم ،تا کہ اسلام کے خلاف پروگرام مرتب کیا جائے ان کی تشکیلاتی افعال میں سے ہے۔

قرآن باصراحت اعلان کررہا ہے کہ منافقین روز میں پیامبرؐ گرامی کی سخن وگفتگو سماعت کرتے تھے ،لیکن شب میں سازشی جلسہ کی تشکیل کر کے پیامبر گرامی ؐکے رہنمود و گفتگو کے مقابلہ کی راہیں تلاش کرتے تھے۔ (ویقولون طاعة فاذا برزوا من عندک بیّت طائفة منہم غیر الذی تقول و اللہ یکتب ما یبیتون) یہ لوگ پہلے اطاعت کی بات کرتے ہیں پھر جب آپ کے پاس سے باہر نکلتے ہیں تو

ایک گروہ اپنے قول کے خلاف تدبیر کرتا ہے اور خدا ان کی باتوں کو لکھ رہا ہے ۔ وہ جلسہ جو جنگ تبوک کے سلسلہ میں سویلم یہودی کے گھر میں تشکیل پایا تھا تا کہ لوگوں کو جنگ تبوک سے روکنے کے لئے راہ و روش کو پیدا کیا جا سکے ، ان ہزاروں سازشی جلسے و پروگرام میں سے ایک ہے جسے منافقین انجام دیتے تھے منافقین کے سیاسی افعال و اطوار میں سے ، ایک یہ ہے کہ متحد ہو کر جلسات کو تشکیل دیتے ہیں ، دقیق و منظم پروگرام مرتب کرتے ہیں تاکہ اسلام سے مقابلہ کر سکیں ۔ منافقین سے مقابلہ کرنے کے لئے یکجہتی واتحاد اور پروگرام مرتب کرنے کی ضرورت ہے یکجہتی ایسی ہو جس کا ہدف و مقصد فرائض کی انجام دہی اور سازش سے مقابلہ کرنا ہو ، یکجہتی کے اہداف اسلامی معاشرے میں وحدت و اتحاد کے لئے میدان ہموار کرنا ہو ، تا کہ دشمنوں کی سازش کو ناکام بنایا جا سکے ، نہ کہ یکجہتی خود جدید اور ماڈرن بتوں میں تبدیل ہوجائے اور تفرقہ و اختلاف کے عوامل بن جائے اختلاف سلائق، کثرت آراء، اسلامی شائستگی و اقدار کے دائرے میں ہی رشد و نمو پاتی ہیں لیکن اگر خود پرستی ، اہانت نمائی، آبرو ریزی و تہمت زنی وغیرہ ۔ ۔ ۔ خدا محوری ، شرح صدر ، تحمل و و برد باری کی جگہیں لے لیں، تو صرف دشمن ہی اس سے فایدہ اٹھائیں گے جس کے نتیجہ میں اسلامی معاشرہ نا قابل تلافی نقصان اور ضرر سے دوچار ہوگا، جیسے اختلاف و تشتت اور پراکندگی نیز اسلام کی حاکمیت کی تضعیف وغیرہ.....کہ دشمنان اسلام کی دیرینہ و بنیادی آرزو بھی یہی ہے ۔ حضرت علیؑ نے شہر انبار (عراق) میں معاویہ کے جاسوس و کار گزار کی دخالت اور تجاوز، اور افراد کے تجاوز کو رفع و دفع کرنے کے سلسلہ میں سستی برتنے کی بنا پر فرمایا : (فیا عجبا واللہ یمیت القلب و یجلب الھم من اجتماع ھولاء القوم علیٰ باطلھم و تفرقکم عن حقکم) کس قدر حیرت انگیز و تعجب خیز صورت حال ہے خدا کی قسم یہ بات دل کو مردہ بنا دینے والی ہے اور ہم و غم کو سمیٹنے والی ہے کہ یہ لوگ اپنے باطل پر مجتمع اور متحد ہیں اور تم اپنے حق پر بھی متحد نہیں ۔

اس نکتہ کی یاد آوری بھی ضروری ہے کہ منافقین کا اتحاد و وحدت وقتی اور مخصوص زمانہ کے لئے ہوتا ہے صرف اسلامی نظام کو ختم کرنے کے لئے ہے، لیکن جب اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گئے یا صرف یہ کہ ابھی کامیابی کی خفیف علامت ہی سامنے آئی ، تفرقہ

وجدائی میں گرفتار ہونے لگتے ہیں اس لئے کہ ان کے اتحاد کا محور و مرکز باطل ہے اور ایسی وحدت کبھی بھی پائدار نہیں رہ سکتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ باطل ہمیشہ کمزور و ناپائدار ہے، باقی رہنے والی شی صرف حق ہے اور بس ۔

فتنہ پروری

منافقین کی سیاسی رفتار کی وہ خصوصیت جسے قرآن باصراحت بیان کر رہا ہے فتنہ پروری ہے منافقین اسلامی معاشرہ میں فتنہ و آشوب برپا کرنے کی فکر میں رہتے ہیں اور اس وسیلہ سے اپنے شوم و نحس مقاصد تک پہنچنا چاہتے ہیں ۔ کلمۂ فتنہ کے لئے چند معانی ذکر کئے گئے ہیں لیکن آیات میں منافقین کی توصیف کرتے ہوئے جو قرائن استعمال کئے گئے ہیں، اس پر توجہ کرتے ہوئے، دو معانی منافقین کی فتنہ گری کے مفہوم کو بیان کرنے والے ہو سکتے ہیں پہلا احتمال :یہ ہے کہ منافقین کی فتنہ پروری کا ہدف اسلامی معاشرہ میں اختلاف کی ایجادا ور مسلمانوں کے اندر فتنے و افتراق کاپیدا کرنا ہے۔ دوسرا احتمال: یہ ہے کہ ان کی فتنہ گری کا مقصد شرک وبی ایمانی کی ترویج کرنا ہے ،ذیل کی آیت میں فتنہ بہ معنی شرک کا مشاہدہ ہوتا ہے ۔

(و قاتلوہم حتی لا تکون فتنۃ و یکون الدین کلہ للّٰہ) اور تم لوگ ان کفار سے جہاد کرو یہاں تک کہ فتنہ کا وجود نہ رہ جائے۔ یہ آیت دو مرتبہ قرآن میں نازل ہوئی ہے فتنہ ان آیات میں شرک کے معنی میں استعمال ہوا ہے ،صاحب ایمان حضرات کو حکم دیا گیا ہے کہ جہان میں شرک و بت پرستی کے ریشہ کنی تک مبارزہ و جنگ کرتے رہیں ۔اکثر مفسرین حضرات منافقین کے لئے فتنہ گری کے معانی میں پہلے احتمال کو قبول کرتے ہیں اور فتنہ گری کے معانی کو (تفریق کلمہ) مسلمین کے درمیان تشتت و افتراق کو سمجھتے ہیں لیکن میری نظر میں دونوں احتمال کو جمع کیا جا سکتا ہے ،اس بیان کے ذریعہ کہ، منافقین ایجاد اختلاف کے ذریعہ مسلمین کی وحدت اور اسلامی حاکمیت کو تضعیف و سرنگوں کرتے ہوئے، شرک کے حامی اور طاغوتی حکومت کے خواستگار ہیں اس لئے کہ اسلام نیز حق کی حاکمیت ختم ہو جانے کے بعد طاغوت و باطل کے سواء رہ ہی کیا جاتا ہے۔

(فاذا بعد الحق اِلّا الضلال) حق کے بعد ،گمراہی کے علاوہ کیا رہ گیا ۔بہر حال طول تاریخ میں مشاہدہ ہوتا ہے کہ انبیاء کے دشمنوں نیز استعمارگروں کا شیوۂ کار یہ رہا ہے کہ ،اختلاف ڈالواور حکومت کرو،جن لوگوں نے اس شیوہ وطرز کا استعمال کیا ہے ان میں سے ایک، فرعون بھی ہے ۔(ان فرعون علا فی الارض و جعل اہلہا شیعا) فرعون نے روئے زمین پر بلندی اختیار کی اور اس نے اہل زمین کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا ۔منافقین بھی اس شیوہ ،اختلاف ڈالو اور حکومت کرو کا استعمال کر کے فائدہ حاصل کرتے تھے ،ہمیشہ اختلاف ایجاد کرنے کی فکر میں رہتے تھے تا کہ دوبارہ کفر کی حاکمیت کو واپس لے آئیں ۔(لو خرجوا فیکم مازادوکم الا خبالا ولأ وضعوا خلالکم یبغونکم الفتنۃ وفیکم سمّاعون لہم واللہ علیم بالظالمین) اگر یہ تمہارے درمیان نکل پڑتے تو تمہاری وحشت میں اضافہ ہی کرتے اور تمہارے درمیان فتنہ کی تلاش میں گھوڑے دوڑاتے اور تم میں سے ایسے لوگ بھی تھے جو ان کی سننے والے بھی تھے ،اور اللہ تو ظالمین کو خوب جاننے والا ہے ۔مذکورہ کی آیت سے استفادہ ہوتا ہے کہ جہاد کی صف میں منافقین کا وجود،تفرقہ و تردید اور قلوب کو ضعیف کرنے کا سبب ہے ،یہ اپنے سریع حضور و شدید ہنگامہ آرائی کی بنا پر ان مسلمانوں کو جو عمیق فکر نہیں رکھتے تھے اور منافق کے خطرات کو درک کرنے سے قاصر تھے فوراً تحت تاثیر قرار دیتے تھے ،تا کہ لشکر کے افراد میں تفرقہ ایجاد کرسکیں۔

مسجد ضرار کے بنانے میں بھی ،ہنگامہ، فتنہ گری ،مومنین کے درمیان ایجاد تفرقہ اور کفر کی ترویج جیسے اموران کے اہداف ومقاصد تھے خداوند عالم سورہ توبہ کی آیت نمبر اڑتالیس جو منافقین کی جنگ تبوک میں فتنہ انگیزی کے صورت حال کو بیان کرتی ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ فتنہ انگیزی منافقین کی دائمی رفتار ہے اور اس میدان میں سبقت رکھتے ہیں منافقین جنگ احزاب (خندق) میں بھی تفرقہ ایجاد کرنے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن کامیاب نہیں ہوسکے۔

(لقد ابتغوا الفتنۃ من قبل و قلبوا لک الامور حتی جاء الحق و ظہر امر اللہ وہم کارہون) بے شک انہوں نے اس سے قبل بھی فتنہ کی کوشش کی تھی اور تمہارے امور کو الٹ پلٹ دینا چاہتے تھے یہاں تک کہ حق آگیا اور امر خدا واضح ہوگیا اگر چہ یہ لوگ اسے ناپسند کر رہے تھے ۔تاریخ میں وافر شواہد موجود ہیں کہ منافقین ،مومنین میں ایجاد اختلاف اوروحدت کلمہ کو نیست ونابود کرنے کے لئے بہت

زیادہ سعی وکوشش کیا کرتے تھے صرف دو مورد کو بیان کیا جارہا ہے:۱۔ جنگ احد میں عبداللہ ابن ابی جو منافقین کے ارکان میں سے تھا،تین سو افراد کولے کر رسول اعظمؐ کے لشکر سے جدا ہو کر ، مدینہ پلٹنے کا ارادہ کر لیا، بعض اشخاص نے جیسے عبداللہ جابر انصاری کے والد جو خزرج قبیلہ کے سرداروں میں سے تھے کافی نصیحتیں کیں لیکن فائدہ بخش نہ رہی،عبداللہ ابن ابی رسول اسلام کی صفوں سے جدا ہونے کا بہانہ یہ کر رہا تھا کہ ہم جن افراد کی قدر وقیمت کے قائل نہیں پیامبرؐ اسلام نے ان کے مشورہ کو قبول کرتے ہوئے احد کی طرف حرکت کی ہے،عبداللہ ابن ابی اپنے ان الفاظ و حرکات سے چاہتا تھا کہ قبیلہ کے سرداروں کو بھڑکائے اور احد میں شریک ہونے سے منع کر سکے لیکن کامیاب نہ ہو سکا.

۲۔ مہاجرین میں سے ایک شخص بنام ''جہجاہ''اور ایک فرد انصار بنام ''سنان''کا کنویں سے پانی لینے کے موقع پر اختلاف ہو گیا شخص مہاجر کے انصار کے منھ پر طمانچہ مار دینے کی وجہ سے ،رسم جاہلیت کی بنا پر دونوں طرف کے افراد اپنے اپنے قبیلہ و گروہ کی نصرت کے لئے ننگی تلواریں لے کر میدان میں اتر آئے ، قریب تھا کہ طرفین میں شدید جنگ شروع ہو جائے لیکن رسول اسلام کی مداخلت سے ایسا نہ ہو سکا آپ نے فرمایا:اس طرح سے لڑنا اور مدد کا مانگنا شرم اور نفرت انگیز ہے منافق جماعت چاہتی تھی کہ اس موقعیت سے فائدہ اٹھائیں اور طرفین میں قبیلہ کے تعصب کو بھڑکائیں اور فتنہ ایجاد کریں لیکن مرسلؐ اعظم کی دخالت سے یہ سازش بھی ناکام رہی اس طرز کے مشابہ حوادث اور واقعات سے عبرت حاصل کرنا چاہئے اور اس نکتہ کی طرف متوجہ رہنا چاہئے کہ دشمن ہمیشہ چاہتا یہ ہے کہ فضا کو کینہ عداوت اور اختلاف سے آلودہ کئے رہے تاکہ دوبارہ جاہلیت کے رسم و رواج کو حاکمیت بخش سکے،یہ رفتار و شیوہ فقط کل کے منافقین کا نہیں تھا بلکہ آج اور آئندہ کے منافقین کا بھی ایسا ہی طرز عمل رہے گا ۔ حضرت امام علی،افتراق کے نقصانات ،منافقین کی فتنہ گری کے خطرات کارگر ہونے کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: (و ایم اللہ ما ختلفت امۃ قط بعد نبیھا الاظہر اہل باطلھا علی اہل حقھا الاما شاء اللہ) خدا کی قسم ہر امت ان کے پیامبر کے بعد اختلاف سے دو چار ہوئی ہے اور اہل باطل حق پر قابض ہوگئے ہیں مگر وہاں جہاں خدا نے نہیں چاہا ہے ۔

اہل حق کاآپس میں اختلاف و تفرقہ پیدا کرنے کا نتیجہ وثمرہ ،اہل باطل کا ابھرنا اور ان کے اقتدار و قبضہ کا وسیع ہونا ہے لہذا اسی دلیل کی بنا پر منافق جماعت شدت سے کوشش کرتی ہے کہ اہل حق کے درمیان اختلاف اوردو دلی ایجاد کردیں تا کہ اس کے ثمرہ سے فائدہ اٹھاسکیں ۔ امیر المومنین حضرت علیؑ کے دوران حکومت ،معاویہ اور اس کے اہل کارامام کے لشکر اور افراد میں فتنہبر پا کرنے اور اختلاف ڈالنے میں کامیاب ہوگئے اور جب آپ کے افراد اختلاف و تفرقہ کی بنا پر مختلف گروہوں میں تقسیم ہوگئے،با وجودیکہ ان کا رہبر و قائد (امام علیؑ)جیسابہترین فرد زمان و مکان تھا لیکنمنافق جماعت اپنے ہدف میں کامیاب ہو گئی اورروز بروز امام علیؑ کی حکومت کا دائرہ تنگ سے تنگ تر کرنے لگی تھی ۔

جب امام علؑ ی کویمن پر بسر بن ابی ارطاۃ کے مسلط ہونے ،نیز اس کے ہولناک مظالم کی خبر پائی کوفہ کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا : خدا کی قسم میں جانتا تھا کہ تمہاری رفتار و اطوار اور آپسی اختلاف و تفرقہ کی بناء پر ایسا دن ضرور آئے گا ۔ (انی واللہ لأظن ان ہولاء اقوم سید الون منکم باجتما عھم علی باطلھم و تفرقکم عن حقکم) خدا کی قسم میرا خیال یہ ہے کہ عنقریب یہ لوگ تم پر مسلط وقابض ہو جائیں گے اس لئے کہ یہ اپنے باطل پر متحد ہیں اور تم اپنے حق پر متحد نہیں ہو ۔

نفسیاتی جنگ کی ایجاد

قرآن میں منافقین کی سیاسی رفتار کی خصوصیت میں سے ایک نفسیانی جنگ کی ایجاد ہے ،متزلزل و مضطرب ما حول سازی ،نا امن فضا کی جلوہ نمائی ،غلط اور جھوٹ افواہ کی نشر واشاعت ،معاشرے میں بے بنیاد و مختلف تہمتوں کا وجود ،معاشرہ میں ایک نفسیاتی جنگ کے عناصر ہیں وہ ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں کے نفسیاتی جنگ کے ذریعہ معاشرے کو اضطراب کی طرف لیجاتے ہوئے عمومی حوصلہ کو ضعیف کردیں اور مایوسی ونا امیدی کا شکار بنا دیں تا کہ مومنین وقت پر صحیح اور ضروری اقدام کی صلاحیت کھو بیٹھیں ،اور بر محل مناسب حرکت کی قدرت بھی نہ رکھ سکیں ۔ نفسیاتی جنگ کی ایجاد کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ معاشرے کو حالت تردید کا مریض بنا دیں تا کہ وہ ملک کی اطلاعات و اخبار کے سلسلہ میں مشکوک ہوجائے،اسلامی نظام کے ارکان اور کارگذاران نیز ممتاز شخصیت پر سے

اعتماد سلب ہو جائے ،جس کا ثمرہ معاشرے میں اختلاف و تفرقہ اور اسلامی حکومت کی تضعیف ہے منافقین نفسیاتی جنگ کو وجود میں لانے کے لئے مختلف طریقہ کار و طرز عمل سے استفادہ کرتے ہیں ۔

نفسیاتی جنگ کے حربے اور وسائل

ا۔دشمن کے عظیم اور بزرگ ہونے کی جلوہ نمائی کرانا :نفسیا تی جنگ کے سلسلہ میں ان کے وسایل میں سے ایک ،دشمن کے عظیم و بزرگ ہونے کی جلوہ نمائی کرانا ،اور مسلمانوں کی قوتوں کو پست و تحقیر کرنا ہے ،وہ دشمن کے افراد اوروسائل کو شمار کرتے ہوئے مسلمانوں کے لشکر کوبہت معمولی اور حقیرپیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں ،کہ مومنین کے دلوں میں خوف و رعب ڈال دیں تا کہ وہ دشمن کے مقابلہ میں نہٹھہر سکیں ۔ (واذقالت طائفۃ منھم یا اہل یثرب لا مقام لکم فارجعوا)اورجب ان کے ایک گروہ نے کہدیا کہ مدینہ والواب یہاں ٹھکانہ نہیں ہے لہذا واپس اپنے گھر چلے جاؤ۔

منافقین دشمنوں کی کامیابی کو عظیم تصور کرتے ہیں ،اور مومنین کی فتح وکامیابی کو حقیر سمجھتے ہیں، مشرکین کی مفتضحانہ شکست کو ناچیز اور لشکر اسلام پر وارد شدہ نقصان کو خوف ناک انداز سے بیان کرتے ہیں ،کبھی بے محل کامیابی کی خبر سنا کرمومنین کو غرور کاشکار بنا دیتے ہیں اور کبھی بے وقت شکست و خطرات کی اطلاع دے کر مومنین کو رعب ووحشت سے دوچار کردیتے ہیں(واذا جاء ہم أمر من الأمن او الخوف اذاعوا بہ ولو ردّوہ الی الرسول والی اولی الأمر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم)جب ان کے پاس امن یا خوف کی خبر آتی ہے تو فوراً نشر کر دیتے ہیں حالانکہ اگر رسول اور صاحبان امر کی طرف پلٹادیتے تو ان سے استفادہ کرنے والے حقیقت حال کا علم پیدا کر لیتے ۔

مذکورہ آیت سے استفادہ ہوتا ہے کہ واصل شدہ خبریں ،باوجودیکہ اس کی صحت ودرستگی پر مطمئن ہی ہوں منتشر نہیں کرنا چاہئے ،بلکہ اس کے نتائج و اثرات کی تحقیق کرتے ہوئے نیز ذمہ دار افرادسے مشورہ کرنے کے بعد اسے نشر کرنا چاہئے اس بات کی کوئی

ضرورت نہیں کہ انسان کے علم میں جو کچھ بھی ہے وہ بیان کر دے ۔ حضرت امام علیؑ فرماتے ہیں: (لا تقل کل ما تعلم فان اللہ فرض علیٰ جوارحک کلھا فرائض تحتج بھا علیک یوم القیامۃ) ہر وہ بات جسے تم جانتے ہو اسے مت بیان کرو اس لئے کہ اللہ نے ہر عضو بدن کے کچھ فرائض قرار دئے ہیں اور ان ہی کے ذریعہ حجت قائم کی جائے گی ۔

مضمون حدیث اس کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ بعض گفتگو وسخن کا اظہار مومنین یا اسلامی نظام کے اسرار کو افشا کرنے کے مترادف ہے یا فساد وفتنہ کا باعث ہے لہذا ایسی گفتگو کرنے والا کہ جس سے ایسے اثرات مرتب ہوں عدل الٰہی کے محضر میں جوابدہ ہوگا لہذا کوئی بھی کلام و گفتگو زبان پر لانے سے قبل اس کے عواقب و نتائج کے بارے میں بھی غور و فکر کرنی چاہئے، ہر بات چاہے کتنی ہی سچ کیوں نہ ہو بیان کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے ۔

۲: مشتبہ خبروں کی ایجاد و تشہیر: نفسیاتی جنگ کا دوسرا وسیلہ مشتبہ خبروں کی ایجاد اور معاشرے میں وسیع پیمانہ پر تشہیر کرنا ہے، افواہ پھیلانے والوں کا مقصد افراد پر اثر انداز ہونا ہے خواہ تھوڑے ہی عرصہ کیلئے ہو، مشتبہ خبروں کو شائع کرنا منافقین کا طرز عمل تھا اور ہے، یہ رسولؐ اسلام کے زمانے میں بحرانی حالات میں رونما ہوتے تھے اضطراب اور افواہ کو پھیلا کر اسلامی معاشرے کو مضطرب کیا کرتے تھے، یہ شیطانی حرکات جنگ کے زمانے میں زیادہ عروج پر پہونچ جاتی تھیں، دشمن کے وسائل اور تعداد کا مبالغہ آمیز بیان یا پیامبرؐ اسلام کے قتل کر دئے جانے یا اسیر ہو جانے کی خبر ، افواہ کے اصل محور ہوا کرتے تھے۔ جنگ احزاب کے موقع پر مسلمانوں کی نفسیاتی کیفیت کچھ زیادہ مناسب نہیں تھی اس لئے کہ اسلام کے تمام مخالف گروہ پیامبرؐ اسلام کی حکومت کو صفحۂ ہستی سے محو کرنے کے لئے جمع ہو گئے تھے ،اور مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے ،اس موقع پر منافقین افواہ پھیلا کر مسلمانوں کی روحی حالت کو زیادہ سے زیادہ کمزور کر رہے تھے ۔ خداوند عالم ذیل کی آیت میں منافقین کی حرکات کو بر ملا کرتے ہوئے تہدید کر رہا ہے کہ اگر اس بد رفتاری سے دست بردار نہ ہوئے تو ان کے ساتھ ایسا کیا جائے گا کہ یہ مدینہ میں رہ ہی نہیں سکتے ہیں ۔ (لئن لم ینتہ المنافقون والذین فی قلوبہم مرض و المرجفون فی المدینۃ لنغرینک بہم ثم لا یجاورونک فیھا الا قلیلا) پھر اگر یہ منافقین اور وہ لوگ کہ جن

کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینہ میں افواہ پھیلانے والے اپنی حرکتوں سے بعض نہ آئے تو ہم آپ ہی کو ان پر مسلط کر دیں گے پھر تویہ آپ کے ساتھ میں چند ہی دن رہ پائیں گے۔

سماج اورمعاشرے میں مشتبہ خبروں کے رائج ہونے سے روکنے کا بہترین راستہ یہ ہے کہ: الف:اشخاص وافراد ان اخبار یا افواہ کو سننے کے بعد ،جن کے صحیح ہونے میں شک و شبہ رکھتے ہیں اس کی تشہیر سے پرہیز کریں ،افواہ کی تکرار و تشہیر دشمن کی ایک طرح سے مدد ہے اس لئے کہ وہ اس طرح سے اپنے شوم ارادہ اور مقصد میں کامیاب ہوجاتے ہیں اکثر مواقع پر اسلامی معاشرہ اس مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے ۔ حضرت امام صادقؑ نے انسان کو ہر سماعت کردہ خبر نقل کرنے سے منع فرمایا ہے (کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع) کسی انسان کے کاذب ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ جس چیز کو سماعت کرے زبان پر بھی لے آئے ۔ب:حقایق کو کشف کرنے ،باطل کو حق سے جدا کرنے اور مشتبہ خبر کو الگ کرنے کے لئے قابل اطمینان منبع کی طرف رجوع کرنا چاہئے تاکہ وہ ابہام کو آشکار کردیں اور دشمن اپنے شوم و منحوس مقاصد یعنی مسلمانوں کی روحی وضعیت کو ضعیف کرنے یا مسلمانوں کے ایک دوسرے باالخصوص کارگذاران سے اعتماد کو سلب کرنے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔

۳:افترا پردازی والزام تراشی:تیسرا ذریعہ جو منافقین نفسیاتی جنگ کو وجود میں لانےکیلئے استعمال کرتے ہیں افتراء پردازی والزام تراشی ہے،منافقین کی سیاسی رفتار کے خصائص میں سے ایک خصوصیت نفسیاتی جنگ کی ایجاد ہے تاکہ اسلامی معاشرے کی حرمت و آبرو اور امنیت کو خطرہ میں ڈال سکیں ۔اسلامی فرہنگ (کلچر)میں اشخاص کی آبرو ،عزت ،جان واموال قابل احترام ہیں کوئی کسی ایک پر بھی تعرض کا حق نہیں رکھتا ،اسی وجہ سے قانون معاشرت ،حدود و قصاص مرتب کئے گے ہیں تاکہ معاشرے کی امنیت مختلف زاویہ سے قائم رہے ،ان تینوں یعنی جان ،اموال اور آبرو میں سے حرمت وآبرو کا خاص مقام ہے پیامبر اکرمؐ فرماتے ہیں: ((ان اللہ حرم من المسلم دمہ و عرضہ وان یظن بہ ظن السوء) خداوند عالم مومن کی جان و آبرو کو محترم سمجھتا ہے،مومن کے سلسلہ میں سوء ظن حرام ہے اسلام کی نگاہ میں آبرو ،حرمت کا تحفظ اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ زنا و لواط کے الزام لگانے کو اگر ثابت

نہ کر سکے تو اسی کوڑے مارنے کا حکم ہے اسی طریقہ سے غیر جنسی الزام لگانے پر حاکم شرع سزا دے سکتا ہے ،انبیاء حضرات کے مخالفوں کا دائمی شیوۂ کار،پاکیزہ ہستیوں پر الزام و افتراء پردازی رہی ہے خصوصاً جنسی بہتان تراشی ،یہاں تک کے حضرت موسیؑ،اور بعض پیامبران پر بھی یہ تہمت لگائی گئی ۔

نقل کیا جاتا ہے کہ قارون صرف اس لئے کہ زکاۃ کے قانون کو قبول نہ کرے اور فقرا و غربا کے حقوق ادا نہ کرے ،ایک سازش رچی ،ایک بد کردار عورت کو حکم دیا کہ مجمع میں اٹھ کھڑی ہو اور حضرت موسیؑ،پر نا مشروع روابط کا الزام لگائے ،خدا کے لطف کی بنا پر صرف یہی نہیں کہ قارون کی سازش نا کام رہی بلکہ اس عورت نے حضرت موسیؑ،کی پا کیزگی کا اعلان کرتے ہوئے قارون کی سازش کا بھی اعلان کر دیا ۔

خدا وند متعال اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو نصیحت کر رہا ہے کہ تم لوگ قارون جیسی صفت کے حامل نہ ہونا ۔ (یاایہا الذین آمنوا لا تکونوا کا الذین آذوا موسی فبرأہ اللہ مما قالوا وکان عنداللہ وجیہاً) ایمان والو! خبر دار ان کے جیسے نہ بن جاؤ جنھوں نے موسی کو اذیت دی تو خدا نے موسیٰ کو ان کے قول سے بری ثابت کر دیا اور وہ اللہ کے نزدیک ایک وجیہ انسان تھے حضرت یوسفؑ،پر تہمت لگائی گئی کہ وہ زنا کا ارادہ کر رہے تھے ،حضرت داودؑ،پر الزام لگایا گیا کہ وہ ایک سپاہی کی بیوی سے شادی کرنا چاہتے تھے لہذا اس کے شوہر کو محاذ جنگ پر بھیج کر قتل کرا دیا ،تاکہ اسکی بیوی سے شادی کر سکیں حضرت مریم عذرا سلام اللہ علیہا پرنامشروع روابط کی بہتان تراشی کی گئی ۔قرآن کریم کی آیتوں سے استفادہ ہوتا ہے کہ منافقین بھی اسلامی معاشرہ کے پاک طینت افراد کو اپنی پلید فکر کا نشانہ بناتے رہے ہیں ،افک کا واقعہ اسی طرز عمل کا ایک نمونہ ہے آیت افک کی شان نزول اور اصل واقعہ کو دو طریقہ سے بیان کیا گیا ہے ۔لیکن جو طرفین سے مسلم ہے وہ یہ ہے کہ ایک پاک دامن خاتون منافقین کی طرف سے مورد اتہام قرار دی گئی تھی،اسلامی معاشرے کے افراد اس کی عزت وآبرو کا دفاع کرنے کے بجائے اس افواہ کو وسعت دے رہے تھے خدا وند عالم سورہ نور کی گیارہویںآیت سے لے کر سترہویںآیت تک کے ضمن میں منافقین کی رفتار کی سرزنش اور مسلمانوں کے

رد عمل کی توبیخ کرتے ہوئے، اس قسم کی افواہ وافتراء پردازی سے مبارزہ کرنے کے صحیح اصول وشیوہ کو بتارہا ہے، آیات کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے : بے شک جن لوگوں نے زناکی تہمت لگائی وہ تم ہی میں سے ایک گروہ تھا ۔ تم اسے اپنے حق میں شر نہ سمجھو یہ تمہارے حق میں خیر ہے اور ہر شخص کے لئے اتنا ہی گناہ ہے جو اس نے خود کمایا ہے اور ان میں سے جس نے بڑا حصہ لیا ہے اس کے لئے بڑا عذاب ہے، آخر ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم لوگوں نے اس تہمت کوسنا تھا تو مومنین و مومنات اپنے بارے میں خیر کا گمان کرتے اور کہتے کہ یہ توکھلا ہوا بہتان ہے، پھر ایسا کیوں نہ ہوا پھر یہ چار گواہ بھی لے آتے اور جب گواہ نہیں لائے تو یہ اللہ کے نزدیک بالکل جھوٹے ہیں اور خدا کا فضل دنیا و آخرت میں اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جو چرچا تم نے کیا تھا اس سے تمہیں بڑا عذاب گرفت میں لے لیتا، جب تم اپنی زبان سے چرچا کررہے تھے اور اپنے منھ سے وہ بات نکال رہے تھے جس کا تمہیں علم بھی نہیں تھا اور تم اسے بہت معمولی سمجھ رہے تھے حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بہت بڑی بات تھی، اور کیوں نہ ایسا ہوا جب تم لوگوں نے اس بات کو سنا تھا تو کہتے کہ ہمیں ایسی بات کہنے کا کوئی حق نہیں ہے، خدا یا! تو پاک و بے نیاز ہے اور یہ بہت بڑا بہتان ہے، اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم صاحب ایمان ہو تو اب ایسی حرکت دوبارہ ہرگز نہ کرنا ۔ امیرالمومنین حضرت علیؑ کے خلاف معاویہ کی پروپیگنڈا مشینری بہت زیادہ فعال تھی، موقع بہ موقع، بہتان تراشی وافتراپردازی سے کام لیتی رہتی تھی، معاویہ کے افترا والزام میں سے ایک عثمان کے قتل میںآپ کی شرکت کا پروپیگنڈا تھا، جب کہ آپ کی ذات ایسی حرکات سے مبرا تھی، آپ کا تارک الصلاۃ ہونا ایک دوسری تہمت تھی جو معاویہ نے پورے شام میں تشہیر کرار کھی تھی ۔ ہاشم بن عتبہ کا بیان ہے کہ معاویہ کے لشکر میں ایک جوان کو دیکھا جو بہت جوش و لولہ سے لڑرہا تھا اس سے اس جوش و خروش کی وجہ دریافت کی، اس نے کہا میں اس کو قتل کرنا چاہتا ہوں جو نماز نہیں پڑھتا ہے اور عثمان کا قاتل ہے امیر المومنین حضرت علیؑ کے فرق مبارک پر مسجد میں ضربت لگنے اور اس کے ذریعہ سے آپ کے شہادت واقع ہونے کی خبر جب شام میں منتشر ہوئی تو بعض شامی تعجب سے کہتے تھے کیا علیؑ نماز پڑھتے تھے ؟ !حضرت علیؑ پر معاویہ کے طرف سے انتہائی دردناک و تکلیف دہ الزامات و اتہام میں سے ایک آپ کی طرف سے مرسلؐ اعظم کو

قتل کرنے کے لئے سازش اور پروگرام مرتب کرنے کی تہمت تھی بہر حال منافقین کا طریقہ عمل، معاشرہ میں تلاطم و اضطراب پیدا کرنے کے لئے اتہام و الزام کے حربے کا استعمال ہوتا ہے ان کے بعض مقاصد اس سلسلہ میں بطور اجمال پیش کئے گئے ہیں ۔ شخصیت کے مجروح اور افراد کو متہم کرنے کے سلسلہ میں منافقین کے اہداف یہ ہوتے ہیں کہ اپنے امنیتی و حفاظتی دائرہ کو محکم اور اپنی شخصیت کو مبرّہ قرار دیں کیونکہ اپنی پوشیدہ حالت کے آشکار و عیاں ہونے سے خوف زدہ رہتے ہیں، لہذا دیگر اشخاص پر افتراء پر دازی و الزام تراشی سے ہنگامہ و اضطراب پیدا کرتے رہتے ہیں تا کہ صاحبان ایمان کی شخصیت اس سے مضمحل اور متأثر ہوتی رہے۔

فصل سوم

منافقین کی نفسیاتی خصائص

ا۔ تکبر اور خود بینی قرآن مجید وہ نکات جو منافقین کی نفسیاتی شناخت کے سلسلہ میں، روحی و نفسیاتی خصائص کے عنوان سے بیان کر رہا ہے پہلی خصوصیت تکبر و خود محوری ہے ۔ کبر کے معنی اپنے کو بلند اور دوسروں کو پست تصور کرنا ،تکبر پرستی ایک اہم نفسیاتی مرض ہے جس کی بنا پر بہت زیادہ ہی اخلاقی انحرافات پیش آتے ہیں امیر المومنین حضرت علیؑ فرماتے ہیں ۔ (ایاک والکبر فانہ

اعظم الذنوب والئم العیوب)تکبر سے پرہیز کرو اس لئے کہ عظیم ترین معصیت اور پست ترین عیب ہے۔ کبر،اعظم الذنوب ہے یعنی عظیم ترین معصیت ہے کیونکہ تکبر ہی کے ذریعہ کفر نشوونما پا تاہے،ابلیس کا کفر اسی کبر سے وجود میں آیا تھا ،جس وقت اسے آدمؑ کے سجدہ کا حکم دیا گیا ،اس نے خود کو آدمؑ سے بزرگ و برتر تصور کر تے ہوئے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور اس فعل کی بنا پر کفر کے راستہ پر چل پڑا ۔

(ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین) اس نے انکار و غرور سے کام لیا اور کافرین میں ہو گیا ۔انبیاء حضرات کے مخالفین، تکبر فطرت ہونے ہی کی بنا پرپیامبروں کے مقابلہ میں قد علم کرتے تھے،اور انبیاء حضرات کی تحقیر و تکفیر کر تے ہوئے آزار و اذیت دیا کر تے تھے ،جب ان کو ایمان کیلئے دعوت دی جاتی تھی وہ اپنی تکبری فکر و فطرت کی بنا پرانکارکرتے ہوئے کہتے تھے ۔ (قالوا ما انتم اِلّا بشر مثلنا) ان لوگوں نے کہا تم سب ہمارے ہی جیسے بشر ہو۔ کبر ،الئم العیوب، ہے یعنی تکبر پست ترین عیب ہے اس لئے کہ متکبر فرد کی نفسیاتی حقارت و پستی کی نشان دہی ہوتی ہے، وہ فرد جو خود کو بزرگ تصور کرتا ہے وہ احساس کمتری کا شکار رہتا ہے،لہذا چاہتا ہے کہ تکبر کے ذریعہ اس کمی کا مداوا کر سکے ۔ حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں: (ما من رجل تکبّراو تجبّر الالذلۃوجدہا فی نفسہ) کوئی فرد نہیں ،جو تکبر یا ظالمانہ گفتگو کرتا ہو،اورپست طبیعت و حقیر نفس کا حامل نہ ہو۔احادیث وروایات کے مطابق تکبر میں دو اہم بنیادی عنصرپائے جاتے ہیں،افراد کو پست و حقیر سمجھنااور حق کے مقابلہ میں سر تسلیم خم نہ کرنا ۔ حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں : (الکبر ان تغمص الناس و تسفہ الحق) تکبر یہ ہے کہ لوگوں کی تحقیر کرو اور حق کو بے مقدار تصورکرو۔اسلامی اخلاق کے پیش نظر تکبر کے دونوں عنصر شدید مذموم ہیں اس لئے کہ اشخاص کی تحقیر کرنا خواہ وہ ظاہراً کسی جرم کے مرتکب بھی ہوئے ہوں محرمات میں شمار ہوتا ہے ،امیرالمومنین حضرت علیؑ فرماتے ہیں: (ان اللّٰہ تبارک و تعالیٰ ۔۔۔اخفی ولیہ فی عبادہ فلا تستصغرون عبدا من عبید اللّٰہ فربما یکون ولیہ و انت لا تعلم)خداوند عالم نے اپنے خاص افراد کو اپنے بندوں کے درمیان پھیلا رکھا ہے،بندگان خدا میں کسی کی تحقیر و بے احترامی نہ کرو ،شاید وہ اللّٰہ کے دوستوں میں سے ہوں اور تمہیں علم نہ ہو۔

ایک دوسری روایت میں حضرت امام صادقؑ سے نقل کیا گیا ہے کہ خدا فرماتا ہے: (لیأذن بحرب منی من اذلّ عبدی المؤمن) جو بھی کسی بندۂ مومن کی تحقیر و تذلیل کرے ہم سے جنگ کے لئے آمادہ ہو جائے ۔ جمہوری اسلامی ایران کے بانی حضرت امام خمینیؒ کتاب تحریر الوسیلہ کے امر باالمعروف والے باب میں تحریر فرماتے ہیں ۔ معروف کے حکم دینے اور برائی سے روکنے والے خود کو مرتکب گناہ فرد سے برتر و بغیر عیب کے نہ جانیں، شاید ہو سکتا ہے کے مرتکب گناہ (خواہ کبیرہ) اچھے صفات کا حامل ہو اور خدا اس کو دوست بھی رکھتا ہو لیکن تکبر و خود بینی کی گناہ کے وجہ سے امر با لمعروف کرنے والا سقوط کر جائے اور شاید ہو سکتا ہے کہ آمر معروف و ناہی منکر ایسے برے صفات کے حامل ہوں کہ خداوند متعال کی نگاہ میں مبغوض ہوں چاہے خود انسان اپنے اس برے صفت کا علم نہ رکھتا ہو ۔ لیکن اس بات کو عرض کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ امر بالمعروف اور حدود الہی کا اجرا ترک کر دیا جائے بلکہ انسان و اشخاص کی کرامت و حرمت اور ایمانی منزلت کو حفظ کرتے ہوئے امر با لمعروف اور حدود کا اجرا کرنا چاہیے پیامبر اکرمؐ فرماتے ہیں: (اذا زنت خادم احدکم فلیجلدہا الحد ولایعیّرہا)اگر تمہاری کسی کنیز نے زنا کا ارتکاب کیا ہے تو اس پر زنا کی حد جاری کرو مگر اس کی عیب جوئی وطعنہ زنی کا تم کو حق نہیں ۔ اسی بنا پر بارہا دیکھا گیا ہے کہ رسول اسلامؐ اور امیر المومنین نے زناء محصنہ کے مرتکب افراد پر حد جاری کرنے کے بعد خود با احترام اس کے جنازہ پر نماز میت پڑھی ہے اور ان کی حرمت وآبرو کو حفظ کیا ہے اکثر روایات اور احادیث میں حق کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے، نزاع اور جدال غیر احسنکے عنوان سے اسکی مذمت کی گئی ہے حضرت امام صادقؑ کا قول ہے: (اما الجدال الذی بغیر التی ہی احسن ان تجادل مبطلا فیورد علیک مبطلا فلا تردّہ بحجۃ قد نصبہا اللہ ولکن تجحد قولہ او تجحد حقا یرید ذلک المبطل ان یعین بہ باطلہ فتجحد ذلک الحق مخافۃ ان یکون علیک فیہ حجۃ)جدال غیر احسن یہ ہے کہ کسی ایسے فرد سے بحث کیا جائے جو ناحق ہے اور اس کے ساتھ حجت و منطق نیز شرعی دلیل کے ذریعہ وارد بحث نہ ہوا جائے اور اس کے قول یا اس کے حق کو انکار کر دیا جائے اس خوف کی بنا پر کہ خدا نا خواستہ (حق) کے ذریعہ اپنے باطل کے لئے مدد لے ۔

قرآن وروایات میں تسلیم حق کے سلسلہ میں زیادہ تاکید کی گئی ہے حق پذیری بندگان خدا اور مومنین کے صفات میں بیان کیا گیا ہے ۔

(فبشّر عبادالذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ)اے پیغمبر!آپ میرے بندوں کو بشارت دے دیجئے جو باتوں کو سنتے ہیں اور جو بات اچھی ہوتی ہیں اس کا اتباع کرتے ہیں ۔

حق کے مقابلہ سر تسلیم خم کرنا مومنین کے صفات و خصائص میں سے ہے اور کبر کا نکتہ مقابل ہے ۔ (طلبت الخضوع فما وجدت الا بقبول الحق،اقبلوا الحق فان قبول الحق یبعد من الکبر) میں نے خضوع کو طلب کیا اور اس کو صرف تسلیم حق میں پایا حق کے مقابل تسلیم پزیر رہو کہ یہ حالت تم کو کبر سے دور رکھتی ہے ۔آیات قرآن کی بناپر تکبر منافقین کی صفات میں سے ہے۔ (واذا قیل لہم تعالوایستغفر لکم رسول اللہ لوّوارؤسہم ورایتہم یصدون وہم مستکبرون) اور جب ان سے کہا جا تا ہے کہ آؤ رسوؐل تمہارے حق میں استغفار کریں گے تو یہ سر پھرا لیتے ہیں اور تم دیکھوگے کہ استکبار کی بنا پر منہ بھی موڑ لیتے ہیں۔ (واذا قیل لہ اتّق اللہ اخذتہ العزّۃ بالاثم،)جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تقوای الہی اختیار کرو تو وتکبر کے ذریعہ گناہ پر اتر آنے ہیں۔ (واذا قیل لہم لا تفسدوا فی الارض قالوا انّما نحن مصلحون) جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد برپانہ کرو توکہتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں ۔ قرآن کریم منافقین کے سلسلہ میں دونوں مناظر (تحقیرافراداورعدم تسلیم حق) کی تصریح کررہاہے کہ وہ خود کو اہل فہم وفراست اور دیگر افراد کو سفیہ (احمق) سمجھتے ہیں اور اس وسیلہ سے اشخاص کی تحقیر کرتے ہیں۔ (واذا قیل لہم آمنو کما آمن الناس قالو اأنؤمن کما آمن السفہاء) جب ان سے کہا جاتا ہے کہ دوسرے مومنین کی طرح ایمان لے آؤ توکہتے ہیں کہ کیا ہم بے وقوفوں کی طرح ایمان اختیار کرلیں؟منافقین کے بارے میں عدم تسلیم حق کی تصویر کشی کرتے ہوئے خدا ان کو خشک لکڑیوں سے تشبیہ دے رہا ہے ۔ (کأنّہم خشب مسندۃ) گویاں سوکھی لکڑیاں ہیں جو دیوار سے لگادی گئی ہیں ۔

۲۔خوف وہراس قرآن کریم منافقین کی نفسیاتی خصوصیت کے سلسلہ میں دوسری صفت خوف وہراس کو بتا رہا ہے ،قرآن ان کو بے حد درجہ ہراساں وخوف زدہ بیان کر رہا ہے،اصول کی بناپر شجاعت وشہامت ،خوف وحشت کا ریشہ ایمان ہوتا ہے ،جہاں ایمان کا وجود ہے دلیری و شجاعت کا بھی وجود ہے ۔

حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں: (لایکون المومن جبانا) مومن بزدل وخائف نہیں ہوتا ہے۔قرآن مومنین کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے ان کی شجاعت اور مادی قدرت وقوت سے خوف زدہ نہ ہونے کی تصریح کر رہا ہے ۔(۔ ۔ ۔وان اللہ لا یضیع اجر المؤمنین الذین استجابوا للہِ والرسول من بعد ما اصابھم القرح للذین احسنوا منھم واتقوا اجر عظیم الذین قال لھم النّاس ان النّاس قد جمعوا لکم فاخشوہم فزادہم ایمانا وقالوا حسبنااللہ ونعم الوکیل) خداوند عالم صاحبا ن ایمان کے اجر کو ضائع نہیں کرتا (خواہ شہیدوں کے اجر کو اور نہ ہی مجاہدوں کے اجر کو جو شہید نہیں ہوئے ہیں)یہ صاحبان ایمان ہیں جنھوں نے زخمی ہونے کے بعد بھی خدا اور رسول کی دعوت پر لبیک کہی (میدان احد کے زخم بہبود بھی نہ ہونے پائے تھے کہ حمراء الاسد میدان کی طرف حرکت کرنے لگے) ان کے نیک کردار اور متقی افراد کیلئے نہایت درجہ عظیما جر ہے ،یہ وہ ایمان والے ہیں کہ جب ان سے بعض لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے عظیم لشکر جمع کر لیا ہے لہذا ان سے ڈرو تو ان کے ایمان میں اور اضافہ ہوگیا اور انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے خدا کافی ہے اور وہی ہمارا ذمہ دار ہے۔ حقیقی صاحبان ایمان کی صفت شجاعت ہے لیکن چونکہ منافقین ایمان سے بالکل بے بہرہ ہیں،ان کے نزدیک خدا کی قوت لایزال و بی حساب پر اعتماد وتوکل کوئی مفہوم ومعنا نہیں رکھتا ہے لہذا ہمیشہ موجودہ قدرت سے خائف وہراساں ہیں خصوصاً میدان جنگ کہ جہاں شہامت، سر فروشی ،ایثار ہی والوں کا گذر ہے،وہاں سے ہمیشہ فرار اور دور ہی سے جنگ کا نظارہ کرتے ہیں اور نتیجہ کے منتظر ہوتے ہیں ۔ (فاذا جاء الخوف رأیتھم ینظرون الیک تدور أعینھم کا الذی یغشی علیہ من الموت) جب خوف سامنے آجائے گا تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کی طرف اس طرح دیکھیں گے جیسے ان کی آنکھیں یوں پھر رہی جیسے موت کی غشی طاری ہو ۔ سورہ احزاب کی آٹھویںآیت سے پیتسویںآیت ،جنگ خندق کے سخت حالات و مسائل سے مخصوص ہے،ان آیات کے ضمن میں چھ مرتبہ صداقت کا ذکر کیا گیا ہے اور اسی کے ساتھ بعض افراد کے خوف وہراس کو بھی بیان کیا گیا ہے ،جنگ احزاب اپنے خاص شرائط (زمانی و مکانی) کی بنا پر مومنین کی ایمانیصداقت اور منافقین کے جھوٹے دعوے کو پرکھنے کے لئے بہترین کسوٹی و محک ہے ۔

ایمان میں صادق افراد کا ذکر آیت نمبر تیئس اور چوبیس میں ہو رہا ہے: (من المؤمنین رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا لیجزی اللہ الصادقین بصدقھم ویعذب المنافقین ان شاء او یتوب علیھم ان اللہ کان غفورا رحیما)مومنین میں ایسے بھی مرد میدان ہے جنھوں نے اللہ سے کئے وعدہ کو سچ کر دیکھا یا ہے ان میں بعض اپنا وقت پورا کر چکے ہیں اور بعض اپنے وقت کا انتظار کر رہے ہیں اور ان لوگوں نے اپنی بات میں کوئی تبدیلی نہیں کی ہے تا کہ خدا صادقین کو ان کی صداقت کا بدلہ دے اور منافقین کو چاہے تو ان پر عذاب نازل کرے یا ان کی توبہ قبول کرے اللہ یقیناً بہت بخشنے والا اور مہربان ہے ۔

ان آیات سے استفادہ ہوتا ہے کہ ایمان میں صادق سے مراد دین کی راہ میں جہاد و شہادت ہے بعض افراد نے شہادت کے رفیع مقام کو حاصل کر لیا ہے اور بعض اگر چہ ابھی اس عظیم مرتبہ پر فائز نہیں ہوئے ہیں لیکن شجاعت وشہامت کے ساتھ ویسے ہی منتظر و آمادہ ہیں ،اسی سورہ کی آیت نمبر بیس میں خوبصورتی کے ساتھ منافقین کے اضطراب و خوف کو میدان جنگ کے سلسلہ میں بیان کیا گیا ہے ،آیت اوراس کا ترجمہ اس سے قبل پیش کیا جا چکا ہے ۔

۳۔ تشویش و اضطراب منافقین کی نفسیاتی خصوصیت میں سے، تشویش وا ضطراب بھی ہے چونکہ ان کا باطن ظاہر کے بر خلاف ہے لہذا ہمیشہ اضطراب کی حالت میں رہتے ہیں کہیں ان کے باطن کے اسرار افشا نہ ہو جائیں اوراصل چہرے کی شنا سائی نہ ہوجائے جس شخص نے بھی خیانت کی ہے یا خلافِ امر شی کا مرتکب ہواہے اس کے افشا سے ڈرتاہے اور تشویش و اضطرب میں رہتاہے عربی کی مثل مشہورہے '' الخائن خائف '' خائن خوف زدہ رہتاہے،دوسرے یہ کہ منافقین نعمت ایمان سے محروم ہونے کی بنا پر مستقبل کے سلسلہ میں کبھی بھی امیدواری و درخشندگی کا اعتقاد نہیں رکھتے ہیں اور اپنے انجام کار سے خائف اور ہراساں رہتے ہیں اس کے بر خلاف صاحبان ایمان یادالہی اور اپنے ایمان کی بنا پر اطمینان و سکون سے ہمکنار رہتے ہیں ۔

(ألابذکراللہ تطمئن االقلوب) آگاہ ہو جاؤ کہ ذکر خدا ہی سے دلوں کو سکون ملتا ہے ۔منافقین اپنی خیانت کارانہ حرکات کی وجہ سے اضطراب وتشویش کی وادی میں پڑے رہتے ہیں لہذا ہر قسم کی افشاگری و تہدید کی آواز کو اپنے خلاف ہی تصور کرتے ہیں ۔ (یحسبون کل صیحۃعلیہم) یہ ہر فریاد کو اپنے خلاف ہی گمان کرتے ہیں ۔

منافقین کی دائمی کوشش یہ رہتی ہے کہ جس طرح سے بھی ہو خود کو مومنین کی صفوں میں داخل کریں اور صاحبان ایمان کو مطمئن کرادیں کہ ہم بھی ایمان والے ہیں لیکن ہمیشہ پریشان خیال رہتے ہیں کہ کہیں رسوا و ذلیل نہ ہو جائیں ۔ (و یحلفون باللہ انہم لمنکم و ما ہم منکم و لکنہم قوم یفرقون) اور یہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ یہ تم ہی میں سے ہیں حالانکہ یہ تم میں سے نہیں ہیں یہ لوگ بزدل ہیں۔

ان کے ہراسان وپریشان رہنے کی کیفیت یہ ہے کہ جب بھی کوئی جدید آیت کا نزول ہوتا ہے تو ڈرتے ہیں کہ کہیں وحی کے ذریعہ ہمارے اسرار فاش نہ ہوجائیں ،اس نکتہ کوقرآن کریم صراحت سے بیان کررہاہے اور تاکید کررہاہے کہ راہ نفاق کا انجام خیر نہیں ہوسکتا ،اگر چہ چند روز اپنے باطن کو چھپانے میں کامیاب ہوجائیں لیکن سرانجام رسوا وذلیل ہوکر رہیں گے ۔ (یحذر المنافقون ان تنزل علیہم سورۃ تنبئہم بما فی قلوبہم قل استہزؤاان اللہ مخرج ما تحذرون) منافقین کو یہ خوف بھی ہے کہ کہیں کوئی سورہ نازل ہوکر مسلمانوں کوان کے دل کے حالات سے باخبر نہ کردے توآپ کہہ دیجئے کہ تم اور مزاق اڑاؤ اللہ بہر حال اس چیز کو منظر عام پر لے آئے گا جس کا تمہیں خطرہ ہے۔ سورہ بقرہ کی آیات نمبر سترہ سے بیس تکمیں منافقین کی کشمکش،ترس و اضطراب کی حالت،کو دو معنی خیر تشبیہوں کے ذریعہ بیان کیا گیا ہے۔

۴۔ لجاجت گری منافقین کی چوتھی نفسیاتی خصوصیت لجاجت گری ہے لجاجت ایک روحی ونفسانی مرض ہے جو صحیح معرفت کے حصول میں اساسی مانع ہے معرفت شناسی میں اس نکتہ کو بیان کیاگیاہے کہ بعض اخلاقی رذائل سبب ہوتے ہیں کہ انسان حقیقت تک نہ

پہونچ سکے ،جیسے بیہودہ تعصب ،بغیر دلیل خاص ،نظریہ پر اصرار ،غلط آرزواور خواہشات وغیرہ ۔امیرالمومنین حضرت علیؑ،دو حدیث میں اس مطلب کو صراحتاًبیان فرما رہے ہیں : (اللجاجۃ تسل الرای) لجاجت صحیح و مستحکم رای کو فنا کردیتی ہے۔

(اللجوج لارای لہ) لجاجت گرفرد صحیح فکر ونظر کا مالک نہیں ہوتا ۔جو فرد لجاجت گری کے وادی میں سرگردان ہو صاحب رای و نظر نہیں ہو سکتا ہے کیوں کہ لجاجت اس کی بینائی ودانائی پر ایک ضخیم پردہ ڈال دیتی ہے جس کی بناپر لجاجت گر فرد تمام حقائق کو اپنی خاص نظر سے دیکھتا ہے لہذا ایسا فرد حق شناسی کے وسائل ونور حق کو اختیار میں رکھتے ہوئے بھی حقیقت تک نہیں پہونچ سکتاہے چونکہ منافقین کا بنیادی منشا اپنی آمال وخواہشات کی تکمیل اورباطل راہ میں قدم رکھناہے لہذا کبھی بھی حق کو حاصل نہیں کر سکتاہے،امیرالمومنین حضرت علیؑ فرماتے ہیں: (من کان غرضہ الباطل لم یدرک الحق ولوکان اشہرمن الشمس) جس کا بنیادی ہدف باطل ہو کبھی بھی حق کو درک نہیں کر سکتاہے خواہ حق آفتاب سے روشن تر ہی کیوں نہ ہو۔

قرآن مجید منافقین کی حالت لجاجت کو بیان کرتے ہوئے ان کی یوں توصیف کررہاہے: (صم بکم عمی فھم لا یرجعون)یہ سب بہرے ،گونگے اور اندھے ہوگئے ہیں اور پلٹ کر آنے والے نہیں ہے۔منافقین کی لجاجت سبب بن گئی کہ وہ نہ سن سکے جو سننا چاہئے تھا ،نہ دیکھ سکے جو دیکھنا چاہئے تھا ،نہ کہہ سکے جو کہنا چاہئے تھا ،باوجودیکہ آنکھ ،کان ،زبان جوایک انسانِ بااعتدال کے لئے صحیح ادراک کے وسائل ہیں ،یہ بھی اختیار میں رکھتے ہیں لیکن ان کی لجاجت گری سبب ہوئی کہ عظیم نعمات سے محروم ،اور جہالت کی وادی میں سر گردان ہیں ۔منافقین کا بہرہ ، اندھا، گونگا ہونا آخرت سے مخصوص نہیں بلکہ اس دنیا میں بھی ایسے ہی ہیں، ان کا قیامت میں بہرہ ،اندھا، گونگا ہونا ان کے حالات سے اسی دنیا میں مجسم ہے ۔ (لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم آذان لا یسمعون بھا)ان کے پاس دل ہے مگر سمجھتے نہیں ہیں،آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں ہیں، کان ہیں مگر سنتے نہیں ۔مذکورہ آیت سے استناد کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے منافقین اسی دنیا میں اپنی لجاجت کی بنا پر صحیح سماعت و بصارت ، زبان گویا،حق کودرک اور بیان کرنے کے لئے نہیں رکھتے ہیں،اور مدام باطل کے گرداب میں غوطہ زن ہیں ۔

ماحصل یہ ہے کہ منافقین کے فہم وشعور کے منافذ و مسلمات لجاجت پسندی کی بنا پر بند ہو چکے ہیں ۔قران مجید نفاق کی اس حالت کو (طبع قلوب)سے یاد کر رہا ہے ۔(طبع اللہ علی قلوبھم فھم لا یعلمون)خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور اب وہ لوگ کچھ جاننے والے نہیں ۔ (فطبع علی قلوبھم فھم لا یفقھون) ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے تو اب کچھ نہیں سمجھ رہے ہیں۔ جو مہر ان کے دلوں پر لگائی گئی ہے اس کا سبب یہ ہو گا کہ حق کی گفتگو سماعت نہ کر سکیں اور حق کی عدم قبولیت ان کی ہمیشہ کی روش بن جائے ،البتہ یہ بات واضح ہے کہ طبع قلوب (دلوں پر مہر لگنا)کے اسباب خود انہوں نے فراہم کئے ہیں اور ان کے دلوں پر مہر لگنا خود ان کے افعال وکردار کا نتیجہ ہے۔

۵ ۔ضعف معنویت منافقین کی پانچویں نفسیاتی و نفسانی صفت جسے قرآن مجید بیان کر رہا ہے معنویت میں ضعف و سستی کا وجود ہے،یہ گروہ ضعف بصارت کی بناپر خدا سے زیادہ عوام اور لوگوں کے لئے حرمت وعزت کا قائل ہے ۔منافقین محکم وراسخ ایمان نہ رکھنے کی وجہ سے غیبی و معنوی قدرت پر بھی محکم وکامل ایمان نہیں رکھتے،ان کی ساری غیرت اور خوف فقط ظاہری ہے،عوام سے حیا کر تے ہیں،لیکن خدا کے محضر میں بے حیا ہیں چونکہ خود کو الٰہی محضر میں سمجھتے ہی نہیں اور خدا کو فراموش کربیٹھے ہیں۔ (یستخفون من الناس ولا یستخفون من اللہ وہو معھم اذ یبیتون ما لا یرضی من القول وکان اللہ بما یعلمون محیطاً)یہ لوگ انسانوں کی نظروں سے اپنے کو چھپاتے ہیں اور خدا سے نہیں چھپ سکتے ہیں جب کہ وہ اس وقت بھی ان کے ساتھ رہتاہے جب وہ نا پسندیدہ باتوں کی سازش کرتے ہیں اور خدا ان کے تمام اعمال کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔اگر ظاہر میں ایک عبادت انجام دیں یا ظواہراسلامی کی رعایت کریں توصرف عوام نیز لوگوں کی توجہ و اعتماد کو حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے ور نہ ان کی عبادتیں ہر قسم کے مفہوم اور معنویت سے خالی ہیں ۔

(ان المنافقین...اذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالٰی یراؤن الناس و لایذکرون اللہ الا قلیلا) منافقین ... جب نماز کے لئے اٹھتے بھی ہیں تو سستی کے ساتھ، لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل کرتے ہیں، اور اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں ۔ (و لا یأتون الصلوٰۃ الاو ھم کسالٰی)اور یہ نماز بھی سستی و اور تساہلی کے ساتھ بجا لاتے ہیں ۔

اگر چہ مذکورہ دونوں آیات میں منافقین کی ریا و کسالت (سستی)نماز کے موقع کے لئے بیان کی گئی ہے، لیکن علامہ طباطبائی تفسیر المیزان میں فرماتے ہیں نماز، قرآن میں تمام معنویت کا محور و مرکز ہے لہذا اس نکتہ پر توجہ کرتے ہوئےدونوں آیت کا مفہوم یہ ہے کے منافقین تمام عبادت و معنویت میں بے حال و سست ہیں اور صاحبان ایمان کے جیسی نشاط و فرحت ، سرور و شادمانی نہیں رکھتے ہیں البتہ قرآن مجید کی بعض دوسری آیات میں بھی منافقین کی عبادات کو بے معنویت اور سستی سے تعبیر کیا گیاہے ۔

(ولاینفقون الا و ھم کارھون) اور راہ خدا میں کراہت و ناگواری کے ساتھ خرچ کرتے ہیں ۔یہ آیت صراحتاًبیان کر رہی ہے کہ ان کے انفاق کی بنا اخلاص و خلوص پر نہیں ہے، سورہ انفال میں بھی مسلمانوں کے مبارزہ و جہاد کی صف میں ان کی حرکات کو ریا سے تعبیر کیا گیاہے اور مسلمانوں کو اس منافقانہ عمل سے دور رہنے کے لئے کہا گیا ہے: (ولا تکونو اکالذین خرجوا من دیارھم بطرا و رئاء الناس) اور ان لوگوں کے جیسے نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھانے کے لئے نکلتے ہیں ۔بہر حال جن اشخاص نے دین کے اظہار کو قدرت طلبی، شیطانی خواہشات کے حصول کے لئے وسیلہ قرار دیاہے، ان کی رفتار و گفتار میں دین داری کی حقیقی روح نہیں ملتی ہے وہ عبادت کو خود نمائی کے لئے اور سستی سے انجام دیتے ہیں ۔٦۔خواہشات نفس کی پیروی منافقین کی چھٹی نفسیاتی خصوصیت، خواہشات نفسانی کی پیروی اور اطاعت ہے، منافقین حق کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور عقل و نقل کی پیروی اور اطاعت کرنے کے بجائے، امیال و خواہشات نفسانی کے تابع و پیرو کار ہیں، ضعیف اعتقاد نیز باطل اور نحس مقاصد کی بنا پر خدا پرستی و حق محوری ان کے لئے کوئی مفہوم و معنی نہیں رکھتا ہے وہ خواہشات نفسانی کے مطیع و خود محوری کے تابع ہیں ۔

(اولئک الذین طبع اللہ علی قلوبہم واتبعوا اھوائہم) یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر خدا نے مہر لگادی ہے اور انہوں نے اپنی خواہشات کا اتباع کرلیا ہے۔تکبراوربر تربینی خواہشات نفسانی کی نمائش و علامت میں سے ایک ہے،خواہشات نفسانی کے دو آشکار نمونے،ریاست و منصب کی طلب اوردنیا پرستی ہے جو منافقین میں پائی جاتی ہے،مال و منصب کی محبت،نفاق کی جڑوں کودلوں میں رشد اور مستحکم کرنے کے عوامل میں سے ہیں ۔

پیامبر عظیم الشان فرماتے ہیں : (حب الجاہ والمال ینبتان النفاق کما ینبت الماء البقل) مال دنیا اور مقام و منصب کی محبت،نفاق کو دل میںیوں رشد دیتی ہے جیسے پانی سبزے کونشو نما دیتا ہے۔ظاہر ہے کہ وہ ریاست و منصب قابل مذمت ہے جس کا مقصد و ہدف انسان ہو یہ وہی مقام پرستی ہے جو لوگوں کے دین کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے ۔ نقل کیا جاتاہے کہ حضرت امام رضا کے محضر میں کسی کا نام لیتے ہوئے کہا گیا وہ منصب و مقام پرست ہے،آپ نے فرمایا: (ماذئبان ضاریان فی غنم قد تفرق رعاؤہابأضرّفی دین المسلم من الریاسۃ) دو خونخوار بھیڑیوں کا خطرہ ایسے گلہ کے لئے جو بغیر چوپان کے ہو اس خطرہ سے زیادہ نہیں،جو خطرہ مسلمان کے دین کو ریاست طلبی و مقام پرستی سے ہے۔لیکن وہ مال و مقام جو اپنی اور اپنے خانوادے کی زندگی کی بہتری نیز مخلوق خدا کی خدمت اور پرچم حق کو بلند وقائم کرنے اور باطل کو ختم کرنے کے لئے ہو،وہ قابل مذمت نہیں ہے بلکہ عین آخرت اور حق کی راہ میں قدم بڑھانا ہے ،شاید کبھی واجب بھی ہوسکتاہے ۔امیر المومنین حضرت علی اپنی پیوند زدہ اور بے قیمتی نعلین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابن عباس کو خطاب کرکے فرماتے ہیں: (واللہ لہی احب الی من امرتکم الا ان اقیم حقا اوادفع باطل) خدا کی قسم یہ بے قیمت نعلین مجھے تمہارے اوپر حکومت سے زیادہ عزیز ہے مگر یہ کہ حکومت کے ذریعہ کسی حق کو قائم کرسکوں یا کسی باطل کو دفع کر سکوں۔اس بناپر اسلام میں اپنے اور خانوادے کی معاشی زندگی کے لئے کوشش وتلاش کو راہ خدامیں جہاد سے تعبیر کیا گیا ہے ۔(الکاد علی عیالہ کالمجاھد فی سبیل اللہ) جو فرد بھی اپنے خانوادہ کی امرار معاش کے لئے کوشش و سعی کرتاہے وہ مجاہد راہ خدا

ہے۔دوسرے افراد کی خدمت گذاری کو بھی بہترین افعال میں شمار کیا گیا ہے ۔ (خیر الناس انفعھم للناس) بہترین فرد وہ ہے جس سے بیشتر فائدہ لوگوں کو پہنچتا ہے ۔

لیکن منافقین کے اہداف فقط دنیا کے اموال،مناصب و اقتدار پر قبضہ کرنا ہے،دوسروں کی خدمت مد نظر نہیں ہے،اور اپنے اس پست و حقیر مقصد کے حصول کی خاطر تمام اسلامی و انسانی اقدار کو پامال کرنے کے لئے حاضر ہیں ۔مدینہ کے منافقین کا سر غنہ، عبداللہ ابن ابی کا باطنی مرض یہ تھا کہ جب اس نے اپنی ریاست کے دست و بازو قطع ہوتے دیکھے تو تمام خیانت کاری و پست فطرتی کا مظاہرہ پیامبر اسلامؐ و مسلمانوں پر کرنے لگا کہ شاید ہاتھ سے جا چکا مقام و منصب دوبارہ حاصل ہو جائے۔

منافقین کی دنیا طلبی کی شدید خواہش کی کیفیت کو قرآنی آیات نے بخوبی بیان کیا ہے، قرآن کریم اکثر موارد پر اس نکتہ کو بیان کر رہاہے کہ منافقین اگر چہ میدان جنگ میں کوئی فعال کردار ادا نہیں کرتے لیکن جنگ ختم ہوتے ہی غنائم کی تقسیم کے وقت میدان میں حاضر ہو جاتے ہیں،اور اپنے سہم کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں اس موضوع سے مربوط بعض آیات کو منافقین کی موقع پرستی کی بحث میں بیان کیا جا چکا ہے ۔

۷۔گناہ کی تاویل گری منافقین کی نفسیاتی خصوصیت کی ساتویں کڑی ،گناہ کی توجیہ و تاویل گری ہے اس سے قبل اشارہ کیا گیا ہے کہ منافقین کی تمام سعی لا حاصل یہ ہے کہ اپنے باطن اور پلید نیت کو مخفی کر کے ،اور جھوٹی قسمیں کھا کر ، ظواہر کی آراستگی کرتے ہوئے خود کو صاحبان ایمان واقعی کی صفوف میں شامل کر لیں۔

اگر چہ صدر اسلام میں ایسا ممکن ہو سکا ہے لیکن ہمیشہ کے لئے اپنے باطن کو مخفی نہیں رکھ سکتے چونکہ ان سے بعض اوقات ایسے افعال و اعمال صادر ہو جاتے ہیں کہ جسکی وجہ سے مومنین ان کے ایمان میں شک کرنے لگتے ہیں لہذا منافقین ،اس لئے کہ مسلمانوں کی نظر وں سے نہ گر جائیں،نیز مسلمانوں کا اعتماد ان سے سلب نہ ہوجائے اپنے کرداراور برے افعال کی عام پسند توجیح و تاویل کرنے لگتے

ہیں ۔ (فکیف اذا اصابتھم مصیبۃ بما قدمت ایدیھم ثم جاؤوک یحلفون باللہ ان اردنا الا احسانا و توفیقا اولئک الذین یعلم اللہ ما فی قلوبھم فأعرض عنھم و عظھم و قل لھم فی انفسھم قولا بلیغا)پس اس وقت کیا ہو گا جب ان پر ان کے اعمال کی بنا پر مصیبت نازل ہوگی وہ آپ کے پاس آکر خدا کی قسم کھائیں گے کہ ہمارا مقصد صرف نیکی کرنا اور اتحاد پیدا کرنا تھا یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل کا حال خدا خوب جانتا ہے لہذا آپ ان سے کنارہ کش رہیں انھیں نصیحت کریں اور ان کے دل پر اثر کرنے والی موقع و محل سے مربوط بات کریں۔

جہاد و معرکہ کا میدان ان مقامات میں سے ہے جہا ں منافقین حاضر ہوتے ہوئے بے حد درجہ خائف و ہراساں رہتے ہیں لہذا جہاد میں شریک نہ ہونے کی خاطر (جہاد میں عدم شرکت عظیم گناہ ہے)عذر تراشی کرتے ہوئے تاویل و توجیہ کیا کرتے تھے ذیل کی آیت میں ایک منافق کی جنگ تبوک میں عدم شرکت کی عذر تراشی اورتاویل کو بیان کیا گیا ہے۔

(و منھم من یقول ائذن لی ولا تفتنی الا فی الفتنۃ سقطوا وان جھنم لمحیطۃ بالکافرین) ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم کو اجازت دے دیجئے اور فتنہ میں نہ ڈالیے تو آگاہ ہو جاؤکہ یہ واقعا فتنہ میں گر چکے ہیں اور جہنم تو کافرین کو ہر طرف سے احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اس آیت کی شان نزول کے لئے بیان کیا گیا ہے کسی قبیلہ کا ایک بزرگ جو منافقین کے ارکان میں تھا رسول اسلامؐ سے اجازت چاہی کہ جنگ تبوک میں شرکت نہ کرے اور عدم شرکت کی وجہ اور دلیل یہ بیان کی کہ اگر اس کی نظریں رومی عورتوں پر پڑے گی تو ان پر فریفتہ اور گناہوں میں مبتلا ہو جائے گا ،پیامبر اسلام نے اجازت فرمادی کہ وہ مدینہ ہی میں رہے،اس واقعہ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی جس نے اس کے باطن کو افشا کرکے رکھ دیا اور خداوند عالم نے اسے جنگ میں عدم شرکت کی بنا پر عصیان گر اور فتنہ میں غریق فرد سے تعبیر کیاہے ،منافقین کے دوسرے وہ افراد جو جنگ احزاب میں شریک نہیں ہوئے تھے ان کا عذر یہ تھا کہ وہ اپنے گھر اور مال ودولت کے تحفظ سے مطمئن نہیں ہیں، ذیل کی آیت ان کی پلید فکر کو فاش کرتے ہوئے ان کی عدم شرکت کے اصل مقصد کو جنگ سے فرار بیان کیا ہے ۔ (ویستاذن فریق منھم النبی یقولون ان بیوتنا عورۃ وما ہی بعورۃ ان یریدون الا فرارا) اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے اجازت مانگ رہا تھا کہ ہمارے گھر خالی پڑے ہوئے ہیں حالانکہ وہ گھر خالی نہیں تھے بلکہ یہ لوگ

صرف بھاگنے کا ارادہ کررہے تھے . بہرحال گناہ کی تاویل و توجیہ خود عظیم گناہ ہے جس کے منافق مرتکب ہوتے رہتے تھے بسا اوقات ممکن ہے منافقین سید ھے، سادے و زود باور و مومنین کو فریب دیدیں، لیکن وہ اس سے غافل ہیں کہ خدا ہر اس شی سے جو وہ اپنے قلب کے اندر مخفی کئے ہوئے ہیں آگاہ ہے ان کو اس دنیا میں ذلیل و رسوا کرے گا اور آخرت میں بھی دوزخ کے عذاب سے ان کا استقبال کیا جائے گا ، یہ نکتہ بھی قابل ذکر ہے کہ منافقین کی تاویل وتوجیہ کا سلسلہ صرف فردی مسائل سے مخص نہیں بلکہ اجتماعی و معاشرتی، ثقافتی اور سیاسی مسائل میں بھی تاویل و توجیہ کرتے رہتے ہیں کہ اس موضوع پر بھی بحث ہوگی۔

فصل چہارم

منافقین کی ثقافتی (کلچرل) خصائص

خودی اور اپنائیت کا اظہار منافقین کو اپنی تخریبی اقدامات جاری رکھنے کے لئے تاکہ صاحب ایمان حضرات کی اعتقادی اور ثقافتی اعتبار سےتخریب کاری کر سکیں، انہیں ہر چیز سے اشد ضرورت مسلمانوں کے اعتماد و اعتبار کی ہے تاکہ مسلمان منافقین کو اپنوں میں سے تصور کریں اور ان کی اپنائیت میں شک سے کام نہ لیں،اس لئے کہ منافقین کے انحرافی القائات معاشرے میں اثر گذار ہوں اور ان کے منحوس مقاصد کی تکمیل ہو سکے۔

ان کی تمام سعی و کوشش یہ ہے کہ خود کو معاشرے میں اپنائیت کی جلوہ نمائی کرائیں،اس لئے کہ وہ جانتے ہیں اگر ان کے باطن کا افشا ،اوران کے اسرار آشکار ہوگئیتوکوئی شخص بھی منافقین کی باتوں کو قبول نہیں کریگا اوران کی سازشیں جلد ہی ناکام ہو جائیں گی،ان کے رازافشا ہونے کی بنا پر اسلام کے خلاف ہر قسم کی تبلیغیفعالیت،نیز سیاسی سرگرمی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے،لہذا منافقین کابنیادی اورثقافتی ہدف اپنے خیر خواہ ہونے کی جلوہ نمائی اور عمومی مسلمانوں کے اعتماد کوکسب کرناہے اور یہ بہت عظیم خطرہ ہے کہ افراد و اشخاص بیگانے اور اجنبیشخص کو اپنوں میں شمار کرنے لگیں،اور معاشرہ میں خواص کی نگاہ سے دیکھا جانے لگے،ثقافتیحادثہ اس وقت و جود میں آتاہے کہ جب مسلمین منافقین کی ثقافتی روش طرز سے آشنائی نہ رکھتے ہوں اور ان کو اپنا دوست بھی تصور کریں،امیرالمومنین حضرت علیؑ مختلف افراد کے ظواہر پر اعتماد کرنے کے خطرات اور اشخاص کی اہمیت پر توجہ کرنے کی ضرورت کے متعلق فرماتے ہیں ۔ (انمااتاکبا لحدیث اربعۃ رجال لیس لہم خامس رجل منافق مظہر للایمان متصنع با لاسلام لایتاثم ولایتحرج یکذب علی رسول اللہ متعمد ا فلوعلم الناس انہ منافق کاذب لم یقبلوا منہ و لم یصد قوا قولہ و لکنہم قالوا صاحب رسول اللہ رآہ و سمع منہ و لقف عنہ فیاخذون بقولہ) یاد رکھو کہ حدیث کے بیان کرنے والے چار طرح کے افراد ہوتے ہیں جن کی پانچویں کوئی قسم نہیں ایک وہ منافق ہے جو ایمان کا

اظہار کرتاہے اسلام کی وضع و قطع اختیار کر تا ہے لیکن گناہ کرنے اور افترا میں پڑنے سے پرہیز نہیں کر تا ہے اور رسول اسلامؐ کے خلاف قصداً جھوٹی روایتیں تیار کرتاہے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ منافق اور جھوٹا ہے تو یقیناً اس کے بیا ن کی تصدیق نہیں کریں گے لیکن مشکل یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ صحابی ہیں انہوں نے حضورکو دیکھاہے ان کے ارشاد کو سناہے اور ان سے حاصل کیا ہےاور اسی طرح اس کے بیان کو قبول کر لیتے ہے ۔

اظہار اپنائیت کے لئے منافقین کی راہ وروش

منافقین اظہاراپنائیت کے لئے مختلف روش و طریقے سے استفادہ کر تے ہیں،چونکہ یہ مبدا و معاد پر ایمان ہی نہیں رکھتے ہیں، لہٰذا راہ و روش کی مشروعیت یا عدم جواز ان کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا،اوران کے نزدیک قابل بحث بھی نہیں ہے ان کی منطق میں ہدف کی تحصیل و تکمیل کے لئے، ہر وسائل سے استفادہ کیا جاسکتا ہے خواہ وسائل ضد انسانی ہی کیوں نہ ہوں یہا ں منافقین کی اظہار اپنائیت کے سلسلہ میں فقط پانچ طریقوں کی جانب اشارہ کیا جارہا ہے ۔

۱۔کذب و ریا کاری کے ذریعہ اظہار کر نا: جیسا کہ پہلے اشارہ کیا گیا ہے نفاق کا اصلی جوہر کذب اور اظہار کاذبا نہ ہے منافقین اظہاراپنائیت کے لئے وسیع پیمانہ پر حربۂ کذب سے استفادہ کرتے ہیں کبھی اجتماعی اور گروہی شکل میں پیامبر اکرمؐ کے پاس آتے ہیں اور آپ کی رسالت کا اقرار کرتے ہیں،خداوند عالم با صراحت ان کو اس اقرار میں کاذب تعارف کراتا ہے اور پیامبر عظیمؐ الشان سے فرماتا ہے،اگرچہ تم واقعاً فرستادہ الٰہی ہو لیکن وہ اس اقرار میں کاذب ہیں اور دل سے تمہاری رسالت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں ۔ (اذا جاءک المنافقون قالوا نشہد انک لرسول اللّٰہ واللّٰہ یعلم انک لرسولہ واللّٰہ یشہد ان المنافقون لکاذبون)پیامبر! یہ منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللّٰہ کے رسول ہیں اور اللّٰہ بھی جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں لیکن اللّٰہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔جس وقت مومنین، منافقین کو ایجاد فساد و تباہی سے منع کر تے ہیں،خود کو تاکید کے ساتھ مصلح و آبادگر کہتے ہیں خداند عالم ان کی گفتار کی تکذیب کر تے ہوئے ان کے مفسد ہو نے کا اعلان کر رہا ہے ۔(واذا

قیل لہم لا تفسد وا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون الا انہم ہم المفسدون ولکن لا یشعرون) جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پر پا کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں حالانکہ یہ سب مفسد ہیں اور اپنے فساد کو سمجھتے بھی نہیں ہیں ۔

منافقین اپنی کذب بیانی سے ، پہلے کہی گئی بات کو آسانی سے انکار بھی کر دیتے ہیں تاریخی شواہد کے مطابق کسی مورد میں جب یہ کوئی بات کرتے تھے اور اس کی خبر رسولؐ اسلام کو ہو جاتی تھی تو یہ سرے ہی سے اس کا انکار اور شدت سے اس خبر کی تکذیب کر دیتے تھے ۔ نقل کیا گیا ہے کے ''جلاس'' نام کا منافق جنگ تبوک کے زمانہ میں پیامبر اکرمؐ کے بعض خطبے کو سننے کے بعد اس کا انکار کرتے ہوئے پیامبرؐ اسلام کی تکذیب بھی کی، حضور کے مدینہ واپسی کے بعد عامر ابن قیس نے پیامبرؐ اسلام کی خدمت میں جلاس کی حرکات کو بیان کیا ،جب جلاس حضور کے خدمت میں پہونچا تو عامر بن قیس کی گزارش کو انکار کر بیٹھا، آپ نے دونوں کو حکم دیا کہ مسجد نبوی میں منبر کے نزدیک قسم کھائیں کہ جھوٹ نہیں بول رہے ہیں دونوں نے قسم کھائی، عامر نے قسم میں اضافہ کیا خدایا !اپنے پیامبرؐ پر آیت نازل کر کے جو صادق ہے اس کا تعارف کرا دے ،حضور اور مومنین نے آمین کہی ،جبرئیل نازل ہوئے اور اس آیت کو پیامبر اسلامؐ کی خدمت میں پیش کیا ۔

(یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم) یہ اپنی باتوں پر اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ ایسا نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کلمہ کفر کہا اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہوگئے ہیں ۔یہ اور مذکورہ آیات سے استفادہ ہوتا ہے کہ کذب اور تکذیب، منافقین کا ایک طرۂ امتیاز ہے تا کہ مومنین کی صفوف میں نفوذ کر کے اپنائیت کا اظہار کر سکیں ۔ منافقین پیامبر عظیم الشانؐ کے دور میں تصور کرتے تھے کہ کذب وتکذیب کے ذریعہ آپ کو فریب دے سکتے ہیں تا کہ اپنے باطن کو مخفی کر سکیں خداوند عالم منافقین کی اس روش کو افشا کرتے ہوئے تاکید کر رہا ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ پیاؐمبر گرامی تمہارے احوال واوضاع سے بے خبر ہیں یا خوش خیالی کی بنا پر تمہاری باتوں پر اطمینان کر لیتے ہیں ۔ نقل کیا جاتا ہے جماعت نفاق کے افراد آپس میں بیٹھے ہوئے پیاؐمبر اسلام کو ناسزا الفاظ سے یاد کر رہے تھے ،ان میں سے ایک نے کہا : ایسا نہ کرو، ڈرتا ہوں کہ یہ بات (حضرت) محمدؐ کے کانوں تک پہنچ جائے اور وہ ہم کو برا بھلا کہیں

اور افراد کو ہمارے خلاف ور غلائیں، ان میں سے ایک نے کہا :کوئی اہم بات نہیں، جو ہمارا دل چاہے گا کہیں گے، اگر یہ بات ان کے کانوں تک پہنچ بھی جائے، تو ان کے پاس جا کر انکار کردیں گے چونکہ (حضرت) محمدؐ خوش خیال و منہ دیکھے ہیں، کوئی جو کچھ بھی کہتا ہے قبول کر لیتے ہیں اس موقع پر سورہ توبہ کی ذیل آیت نازل ہوئی اور ان کے اس غلط تصور وفکر کا سختی سے جواب دیا ۔

(منہم الذین یوذون النبی ویقولون ہو اذن) ان (منافقین)میں سے جو پیاؐمبر کو اذیت دیتے ہیں اور کہتے ہیں وہ تو صرف کان (سادہ لوح و خوش باور) ہیں ۔

۲ ۔باطل قسمیںیاد کر نا :دوسری وہ روش جس کو استعمال کرتے ہوئے منافقین مومنین کے حلقہ میں نفوذ کر تے ہیں ،باطل قسمیں کھاناہے ، وہ ہمیشہ شدید قسموں کے ذریعہ سعی کر تے ہیں تا کہ اپنے باطن کو افشا ہو نے سے بچا سکیں اور اسی کے سایہ میں تخریبی حرکتیں انجام دیتے ہیں ۔ (اتخذوا ایمانہم جنۃ فصدوا عن سبیل اللّٰہ)انہوں نے اپنی قسموں کو سپر بنا لیا ہے اور لوگوں کو راہ خدا سے روک رہے ہیں۔منافقین باطل اور جھوٹی قسموں کے ذریعہ کوشش کر تے ہیں کہ خود کو مومنین کا خیر خواہ ثابت کریں، اور صاحب ایمان کے حلقہ میں اپنا ایک مقام بنا لیں ۔ (و یحلفون باللّٰہ انہم لمنکم وما ہم منکم و لکنہم قوم یفرقون) اور یہ اللّٰہ کی قسم کھا تے ہیں اس بات پر کہ یہ تمہیں میں سے ہیں حالانکہ یہ تم میں سے نہیں ہیں یہ بزدل لوگ ہیں۔منافقین چونکہ واقعی ایمان کے حامل نہیں ،رضائے الٰہی کا حصول ان کے لئے اہمیت نہیں رکھتاہے اور معاشرے میں اپنی ساکھ اوراعتبار بھی بنائے رکھنا چاہتے ہیں اور معاشرہ کے افراد کی توجہ کی حصول کے لئے زیادہ اہتمام بھی کر تے ہیں لہذا مختلف میدان میں جھوٹی قسمیں کھا کر مومنین حضرات کی رضایت وخشودی کوحاصل کر تے ہیں ۔خدا قرآن میں تصریح کر رہا ہے کہ منافقین کا بنیادی مقصد مومنین کی رضایت کوحاصل کر نا ہے حالانکہ رضایت الٰہی کا حصول اہمیت کا حامل ہے جب تک خدا راضی نہ ہو بندگان خدا کی رضایت منافقین کے لئے سودمند ہو ہی نہیں سکتی ہے شاید مومنین کی رضایت سے سوء استفادہ کرتے ہوئے مزید کچھ دن تخریبی کاروائی انجام دے سکیں۔ (یحلفون باللّٰہ لکم لیرضوکم واللّٰہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مومنین) یہ لوگ تم لوگوں کو راضی کرنے کے لئے خدا کی قسم کھاتے ہیں حالانکہ خدا ورسول اس بات

کے زیادہ حق دار تھے اگر یہ صاحبان ایمان تھے تو واقعاً انہیں اپنے اعمال وکردار سے راضی کرتے ۔ (یحلفون لکم لترضوا عنھم فان ترضوا عنھم فان اللہ لا یرضی عن القوم الفاسقین) یہ تمہارے سامنے قسم کھاتے ہیں کہ تم ان سے راضی ہو جاؤتو اگر تم راضی بھی ہو جاؤ تو بھی خدا فاسق قوم سے راضی ہونے والا نہیں ۔

۳۔غلط اقدامات کی توجیہ کرنا:منافقین صاحبان ایمان کی تحصیل رضایت اور حسن نیت کی اثبات کے لئے اپنے غلط اقدامات و حرکات کی توجیہ کرتے ہیں تاکہ اپنائیت کا اظہار کرتے ہوئے فائدہ حاصل کر سکیں منافقین کی نفسیاتی خصوصیت میں یہ نکتہ مورد بحث قرار دیا گیا ہے اور تصریح کیا گیا ہے کہ منافقین تاویل و توجیہکے ہتھکنڈے کو تمام ہی موارد میں استعمال کرتے ہیں۔منافقین عمومی افکار اوراعتماد کو ہاتھ سے جانے دینا نہیں چاہتے لہذا اظہار اپنائیت کرتے ہوئے اپنے غلط اقدامات و حرکات کی توجیہ کرتے ہیں اور اپنے باطل مقاصد کو حق کے لباس اورقالب میں پیش کرتے ہیں ۔

امیر المومنین حضرت علیؑ اہل نفاق کی توصیف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:یقولون فیشبہون ویصفون فیموہون) جب بات کرتے ہیں تو مشتبہانداز میں اور جب تعریف کرتے ہیں تو باطل کو حق کا رنگ دے کر،کرتے ہیں۔قرآن مجید نے منافقین کیمختلف عذر اورغلط اقدامات کا ذکر کیا ہے اور ان کی تکذیب بھی کی ہے،بطور مثال منافقین جنگ تبوک میں اپنے عدم حضور کی توجیہ،ناتوانی وعدم قدرت کی شکل میں پیش کرنا چاہتے تھے کہ خداوند عالم ان سے قبل ان کی اس توجیہ کی تکذیب کرتے ہوئے فرماتا ہے: (لوکان عرضاً قریبا وسفرا قاصدا لاتبعوک ولکن بعدت علیھم الشقہ وسیحلفون باللہ لو استطعنا لخرجنا معکم یھلکون انفسھم واللہ یعلم انھم لکاذبون) پیامبر!اگر کوئی فوری فائدہ یا آسان سفر ہوتا تو تمہارا اتباع کرتے لیکن ان کے لئے دور کا سفر مشکل بن گیا ہے اور عنقریب یہ خدا کی قسمیں کھائیں گے اس بات پر کہ اگر ممکن ہوتا تو ہم ضرور آپ کے ساتھ چلپڑتے،یہ اپنے نفس کو ہلاک کر رہے ہیں اور خدا خوب جانتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں ۔منافقین کے غلط اقدام کے توجیہ کا ایک اور موقع یہ ہے کہ،تقریبا منافقین میں سے ایک سو اسّیافراد نے غزوہ تبوک میں شرکت نہیں کی،جب رسول اکرمؐ اور مسلمان وہاں سے واپس آئے تو منافقین مختلف توجیہ کرنے لگے۔

ذیل کی آیت منافقین کی اس غلط حرکات کی سرزنش کے لئے نازل ہوئی ہے خداوند عالم بطور واضح بیان کر رہا ہے کہ ان کے جھوٹے عذر خداکیلئے پوشیدہ نہیں ہیں ان کے حالات سے مومنین کو باخبر کرکے منافقین کے اسرار سے پردہ اٹھارہاہے ۔ (یعتذرون الیکم اذا رجعتم الیھم قل لا تعتذروا لن نؤمن لکم قد نبأنااللہ من اخبارکم و سیری اللہ عملکم و رسولہ ثم تردون الی عالم الغیب و الشھادۃ فینبئکم بما کنتم تعلمون) یہ تخلف کرنے والے منافقین تم لوگوں کی واپسی پر طرح طرح کے عذر بیان کریں گے تو آپ کہہ دیجیے کہ تم لوگ عذر نہ بیان کرو ہم تصدیق کرنے والے نہیں ہے اللہ نے ہمیں تمہارے حالات بتادیئے ہیں وہ یقیناً تمہارے اعمال کو دیکھ رہاہے اور رسول بھی دیکھ رہاہے اس کے بعد تم حاضر و غائب کے عالم (خدا) کی بارگاہ میں واپس کئے جاؤگے اور وہ تمہیں تمہارے حال سے باخبر کرے گا.

۴۔ظاہر سازی کرنا :ظواہر دینی کی شدید رعایت ،خوش نما و اشخاص پسند گفتگو ،اصلاح طلب نظریات و افکار کا اظہار ،منافقین کے حربہ ہیں تا کہ طرف مقابل کواپنا ہمنوا بنا کر خودی ہونے کا القاء کرسکیں ۔امیر المومنین حضرت امام علیؑ کے ہم عصر بعض منافقین ظاہر میں عبادو زہاد دہر تھے نماز شب ،قرآن کی تلاوت،ان سے طولانی ترین سجدے ترک نہیں ہوتے تھے ،ان کی ظاہر سازی سے اکثر مومنین فریب کے شکار ہو جاتے تھے ،بہت کم ہی تھے جو ان کے دین و ایمان میں شک رکھتے ہوں۔ منافقین کی ظاہر سازی کچھ اس نوعیت کی تھی کہ بقول قرآن ،خودپیامبر عظیم الشان کے لئے بھی باعث حیرت و تعجب خیز تھی۔ (و اذا رأیتھم تعجبک اجسامھم ان یقولوا تسمع لقولھم) اور جب آپ انہیں دیکھیں گے تو ان کے جسم بہت اچھے لگیں گے اور بات کریں گے تو اس طرح کہ آپ سننے لگیں گے ۔منافقین کی ظواہر سازی ،رفتار و کردار سے اختصاص نہیں رکھتی بلکہ ان کی گفتار بھی فریب و جاذبیت سے لبریز ہے۔ (ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا ویشھد اللہ علی ما فی قلبہ وھو الدا الخصام) انسانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کی باتیں زندگانی دنیا میں بھلی لگتی ہیں اور وہ اپنے دل کی باتوں پر خدا کو گواہ بتاتے ہیں حالانکہ وہ بدترین دشمن ہیں ۔

۵۔ جھوٹے عہد و پیمان کرنا: خودی ظاہر کرنے کے لئے منافقین کا ایک اور وطیرہ وعدہ اور اس کی خلاف ورزی ہے بسا اوقات منافقین سے عادتاً ایسی خطائیں سرزد ہوتی تھیں کہ جسکی کوئی توجیہ و تاویل ممکن نہیں تھی یا مومنین کے لئے قابل قبول نہیں ہوتی تھی ایسے مقام پر وہ توبہ کو وسیلہ بناتے تھے اور عہد کرتے تھے اب ایسی خطائیں نہیں کریں گے اور صحیح راستہ پر مستحکم وثابت قدم رہیں گے لیکن چونکہ دین اور دین کے اعتبارات کے لئے منافقین کے قلب میں کوئی جگہ تھی ہی نہیں جو اپنے عہد وپیمان پر باقی رہتے، تخلف وعدہ ایسے ہی تھا جیسے ان کیلئے کذب وغیرہ۔۔۔جنگ احزاب میں منافقین کی وعدہ خلافی کی بنا پر ذیل کی آیت کا نزول ہوا: (ولقد کانوا عاہدوا اللہ من قبل لا یولون الأدبار وکان عہد اللہ مسؤلا) اور ان لوگوں نے اللہ سے یقینی عہد کیا تھا کہ ہرگز پشت نہیں دکھائیں گے،اور اللہ کے عہد کے بارے میں بہر حال سوال کیا جائے گا۔

خداوند عالم ''ثعلبہ بن حاطب ''کی عہد گزاری نیز پیمان شکنی کے واقعہ کو یاد دہانی کے طور پر پیش کر رہا ہے،ثعلبہ بن حاطب ایک فقیر مسلمان تھا اس نے پیامبرؐ اکرم سے دعا کرنے کی خواہش کی تاکہ وہ صاحب ثروت ہو جائے حضرت نے فرمایا :وہ تھوڑا مال جس کا تم شکر ادا کر سکتے ہو اس زیادہ اموال سے بہتر ہے جس کی شکر گزاری نہیں کر سکتے ہو،ثعلبہ نے کہا :اگر خدا عطا کرے تو اس کے تمام واجب حقوق کو ادا کرتا رہوں گا۔پیامبرؐ اسلام کی دعا سے اموال میں اضافہ ہونے لگا،یہاں تک کے اس کیلئے مدینہ میں قیام،نماز جماعت نیز جمعہ میں شرکت کرنا مشکل ہوگیا اطراف مدینہ میں منتقل ہوگیا،جب زکوٰۃ لینے والے گئے تو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ مسلمان اس لئے ہوئے ہیں تاکہ جزیہ و خراج نہ دینا پڑے،اگرچہ بعد میں ثعلبہ پشیمان تو ہوا لیکن رسول اکرمؐ نے اس کی تنبیہ اور دوسروں کی عبرت کے لئے زکوٰۃ لینے سے انکار کردیا، ذیل کی آیت اسی واقعہ کو بیان کر رہی ہے۔ (ومنہم من عاہد اللہ لئن آتانا من فضلہ لنصدقن ولنکونن من الصالحین فلما آتیہم من فضلہ بخلوا بہ وتولوا وہم معرضون فاعقبہم نفاقاً فی قلوبہم الی یوم یلقونہ) ان میں سے وہ بھی ہیں جنھوں نے خدا سے عہد کیا اگر وہ اپنے فضل و کرم سے عطا کرے گا، تو اس کی راہ میں صدقہ دیں گے اور نیک بندوں میں شامل ہو جائیں گے،اس کے بعد جب خدا نے اپنے فضل سے عطا کر دیا تو بخل سے کام لیا،اور کنارہ کش ہو کر پلٹ گے تو ان

کے بخل نے ان کے دلوں میں نفاق راسخ کر دیا، اس دن تک کے لئے جب یہ خدا سے ملاقات کریں گے اس لئے کہ انھوں نے خدا سے کئے ہوئے وعدہ کی مخالفت کی ہے اور جھوٹ بولتے ہیں پیمان گزاری وپیما ن شکنی ،وعدہ اور وعدہ کی خلاف ورزی ،آئندہ صالح ہونے کا پیمان اور اس سے روگردانی وغیرہ ۔

،یہ وہ طریقے ہیں جس سے منافقین استفادہ کرتے ہوئے مومنین کے حلقہ ودینی معاشرے میں خود کو مخفی ؛کئے رہتے ہیں اور عوام فریبی کے لئے زمین ہموار کرتے ہیں ۔

دینی یقینیات ومسلمات کی تضعیف

منافقین کی ثقافتی رفتاروکردار کی دوسری خصوصیت دینی ومذہبی یقینیات ومسلّمات کی تضعیف ہے یقیناً جب تک انسان کا عقیدہ تحریف ،تزلزل ، ضعف سے دوچار نہوا ہو ۔ کوئی بھی طاقت اس کے عقیدہ کے خلاف زور آزمائی نہیں کرسکتی قدرت کا اقتدار ،حکومت کی حاکمیت اجسام وابدان پر تو ہوسکتی ہے دل میں نفوذ وقلوب پر مسلط نہیں ہوسکتی سرانجام انسان کی رسائی اس شی تک ہوہی جاتی ہے جسے دل اور قلب پسند کرتا ہے اسلام کا اہم ترین اثر مسلمانوں پر ،بلکہ تمام ہی ادیان کا اپنے پیروکاروں پر یہ رہاہے کہ فرضی و خرافاتی رسم ورواج کو ختم کرتے ہوئے منطقی ومحکم اعتقاد کی بنیاد ڈالیں، پہلے تو اسلام نے انسانوں کے اندرونی تحول و انقلاب کے لئے کام کیا ہے پھر اسلامی حکومت کے استقرار کی کوشش کی ہے تاکہ ایسا سماج ومعاشرہ وجود میں آئے جو اسلام کے نظریہ کے مطابق اور مورد تایید ہو ۔

پیامبر عظیمؐ الشان پہلے مکہ میں تیرہ سال تک انسان سازی اور ان کے اخلاقی ،فکری،اعتقادی ستون کو محکم مضبوط کرنے میں مصروف رہے اس کے بعد مدینہ میں اسلام کی سیاسی نظریات کی تابع ایک حکومت تشکیل دی منافقین جانتے تھے کہ جب تک مسلمان پیامبرؐ اسلام کی انسان ساز تعلیمات پر گامزن اور خالص اسلامی عقیدہ پر استوار و ثابت قدم رہیں گے، ان پر نہ تو حکومت کی

جا سکتی ہے اور نہ ہی وہ تسلیم ہو سکتے ہیں ،لہذا ان کی طرف سے ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مومینن عقائد،دینی ومذہبی تعلیمات کے حوالہ سے ہمیشہ شک وشبہ میں مبتلا رہیں جیساکہ آج بھی اغیار کے ثقافتی یلغار وحملہ کا اہم ترین ہدف یہی ہے ۔منافقین کے اہداف یہ ہیں کہ اہل اسلام سے روح اسلام اورایمان کو سلب کرلیں ،منافقین کی تمام تر سعی ، دین کے راسخ عقائد اس کے اہداف و نتائج، مذہب کی حقانیت ومسلمات سے مسلمانوں کو دور کردینا ہے تاکہ شاید اس کے ذریعہ اسلامیحکومت کی عنان اپنے ہاتھ میں لے سکیں اور مسلمانوں پر تسلط وقبضہ کرسکیں لہذامنافقین کا اپنے باطل مقاصد کے تکمیل کے لئے بہترین طریقۂ کار یہ ہوتاہے کہ لوگوں کے دلوں میں طرح طرح کے شکوک پیدا کریں،اورانواع واقسام کے شبہات کے ذریعہ مسلمانوں کو دینی مسلّمات کے سلسلہ میں وادی تردید میں ڈال دینے کی کوشش کرتے ہیں ،تاریخی شواہد اور وہ آیات جو منافقین کی اس روش کو اجاگر کرتی ہیں ،بیان کرنے سے قبل ،ایک مختصر وضاحت سوال اورایجاد شبہ کے سلسلہ میں عرض کرنا لازم ہے،اس میں کوئی شک نہیں کہ سوال اور جستجو کی فکر ایک مستحسن اور مثبت پہلو ہے، تمام علوم ومعارف انھیں سوالات کے رہین منت ہیں جو بشر کے لئے پیش آئے ہیں اور جس کے نتیجہ میں اس نے جوابات فراہم کئے ہیں،اگر انسان کے اندر جستجو وتلاش کا جذبہ نہ ہوتا جو اس کی فطرت کا تقاضا ہے نیز ان سوالات کا حل تلاش کرنے کی فکر دامن گیر نہ ہوتی تو یقیناً موجودہ علوم ودانش کی یہ ترقی کسی صورت سے حاصل نہ ہوتی۔

ان سوالات کے حل کے لئے جو انسان کے لئے پیش آتے ہیں دین اسلام میں فراوان تاکید کی گئی ہے یہ کہا جاسکتاہے جس قدر علم وتحصیل کی تشویق وترغیب کی گئی ہے اسی طرح سوالات اور اس کے حل پر بھی زور دیا گیا ہے،قرآن مجید صریح حکم دے رہاہے اگر کسی چیز کو نہیں جانتے ہو تو اس علم کے علماء اور دانشمندوں سے سوال کرو۔(فاسئلوااھل الذکر ان کنتم لا تعلمون)اگر نہیں جانتے ہوتو اہل ذکر (علماء)سے سوال کرو۔

دوسرا وہ مطلب جو اسلام میں جواب وسوال کی اہمیت کو ظاہر کرتاہے وہ جوابات ہیں جو خداوند عالم نے قرآن میں بیان کئے ہیں یہ سوالات پیامبر اسلامؐ سے کئے جاتے تھے خدا نے قرآن میں ''یسئلونک'' سے بات آغاز کرتے ہوئے ان کے جوابات دئے ہیں

پیامبر اکرمؐ سے جب روح،ہلال ،انفال شراب وقمار کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ سوال اور فکر سوال کی تشویق وتمجید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (العلم خزائن ومفاتیحھا السوال فاسئلوا یرحمکم اللہ فانہ یوجر فیہ اربعۃ السائل والعالم و المستمع والمحب لہم) علم خزانہ ہے اور اسکی کنجیاں سوال کرنا ہے،سوال کرو (جس چیز کو نہیں جانتے ہو) خداوند متعال تم کو اپنی خاص رحمت سے نوازے گا ہر سوال میں چار فرد کو فائدہ و نفع حاصل ہوتاہے سوال کرنے والے ،جواب دینے والے ، سننے والے اور اس فرد کو جوان کو دوست رکھتاہے ۔ائمہ حضرات کے بہت سارے دلائل ،بحث ومباحثات نیز مختلف افراد کے سوالات کا جواب دینا ،حتی دشمنوں اور کافرین کہ مسائل کا حل پیش کرنا اس بات کی دلیل ہیکہ سوال ایک امر پسندیدہ و مطلوب شی ہے ،ائمہ حضرات کی سیرت میں اس امر کا اہتمام کافی حد تک مشہود ہے ظاہر ہیکہ وہ سوالات جو درک و فہم اور استفادہ کیلئے کیا جائے ،وہ مفید ہے اور فہم و کمال کو بلندی عطا کر تا ہے ، لیکن وہ سوالات جو دوسروں کی اذیت ،آزمایش یا ایسے علم کے حصول کے لئے ہو جو انسان کے لئے فائدہ مند نہیں ہے، صرف یہی نہیں کہ ایسے سوالات بے قدر و قیمت ہیں بلکہ ممنوع قرار دئے گئے ہیں ۔

امیر المومنین حضرت امام علی،نے ایک پیچیدہ اور بی فائدہ سوال کے جواب میں فرمایا : (سل تفقھا ولا تسأل تعنتا) سمجھنے کے لئے دریافت کرو الجھنے کے لئے نہیں. قرآن مجید میں بھی پیامبر اکرمؐ سے کئے گئے بعض سوالوں کے جواب کے لحن و طرز سے اندازہ ہو تا ہے کہ ایسے سوالات نہیں کرنا چاہئے جن کے جوابات ثمر بخش نہیں ہیں ۔بعض مسلمانوں نے ہلال (ماہ) کے سلسلہ میں سوالات کئے کہ ماہ کیا ہے،وہ کیوں تدریجا کامل ہوتا ہے ،پھر کیوں پہلی حالت پر پلٹ آتا ہے اللہ اس سوال کے جواب میں پیامبر عظیمؐ الشان کو حکم دیتا ہے کہ ہلال کے تغییرات کے آثار و فوائد کو بیان کریں ،ہلال کے متعلق اس جواب کا مفہوم یہ ہے کہ وہ چیز جو سوال کرنے و جاننے کے قابل ہے وہ ہلال کی تغییرات کی بنا پر اس کے آثار و فوائد ہیں نہ یہ کہ، کیوں ماہ تغییر کر تا ہے اور اس کی علت کیا ہے (علت شناسی زیادہ اہمیت کی حامل نہیں) ۔سوال اور شبہ کا اساسی وبنیادی فرق یہ ہے کہ شبہ القا کرنے والے کا ہدف،جواب کا حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ شبہ کا موجد اپنے باطل مطلب کو حق کے لباس میں ان افراد کے سامنے پیش کرتا ہے ،جو حق و باطل میں

تشخیص دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں امیر المومنین حضرت علی،شبہ کی اسم گزاری کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: (وانما سمیت الشبھة شبھتلانھا تشبہ الحق)شبہ کو اس لئے شبہ نام دیا گیاکہ حق سے شباہت رکھتا ہے۔اگر شبہ ایجاد کرنے والے کو علم ہو جائے کہ کسی مقام پر ہمارا مغالطہ کشف ہو جائے گا اور اس کا باطل ہونا آشکار ہو جائیگاتو ایسی صورت میں وہ اس مقام یا فرد کے پاس اصلاً شبہ کو طرح و پیش ہی نہیں کرتا بلکہ وہاں پیش کرنے سے گریز کرتے ہیں سعی و کوشش یہ ہوتی ہے کہ شبہ کے احتمالی جواب کو بھی مخدوش کر کے پیش کرے ۔ایسے افراد کے اہداف بعض اشخاص کو اپنے میں جذب اور ان کے مبانی و اصول میں تزلزل پیدا کرنا ہوتا ہے تا کہ حق کو دور و جدا کر سکیں،شبہ کرنے والے حضرات اپنے باطل کو حق میں اس طرح آمیزش کر دیتے ہیں کہ وہ افراد جو تفریق و تمیز کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں وہ فریب کا شکار ہو جائیں ۔شبہات ہمیشہ حق کے لباس میں پیش کئے جاتے ہیں اور آسانی سے سادہ لوح افراد مجذوب ہو جاتے ہیں،شبہ خالص باطل نہیں ہے اس لئے کہ باطل محض اور خالص آسانی سے ظاہر ہو جاتا ہے ۔

حضرت امیر المومنین علی،فتنہ کا سرچشمہ حق و باطل کی آمیزش کو بیان کرتے ہیں،آپ مزید فرماتے ہیں کہ اگر حق و باطل ایک دوسرے سے جدا کردئے جائیں تو راستہ کی تشخیص بہت ہی آسان اور سہل ہو جاتی ہے ۔ (انما بدء وقوع الفتن اھواء تتبع و احکام تبتدع یخالف فیھا کتاب اللہ و یتولی علیھا رجال رجالا علی غیر دین اللہ فلو ان الباطل خلص من مزاج الحق لم یخف علی المرتادین ولوان الحق خلص من لبس الباطل انقطعت عنہ السن المعاندین ولکن یوخذ من ہذا ضغث و من ہذا ضغث فیمزجان)فتنہ کی ابتدا ان خواہشات سے ہوتی ہے جن کا اتباع کیا جاتا ہے اور ان جدید ترین احکام سے ہوتی ہے جو گڑھ لئے جاتے ہیں اور سراسر کتاب خدا کے خلاف ہوتے ہیں اس میں کچھ لوگ دوسرے لوگوں کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور دین خدا سے الگ ہو جاتے ہیں کہ اگر باطل حق کی آمیزش سے الگ رہتا تو حق کے طلبگاروں پر مخفی نہیں رہ سکتا تھااور اگر حق باطل کی ملاوٹ سے الگ رہتا تو دشمنوں کی زبانیں کھلنہیں سکتی تہیں، لیکن ایک حصہ اس میں سے لیا جاتا ہے اور ایک اس میں سے،اور پھر دونوں کو ملادیا جاتا ہے ۔ تحقیقی اور تخصصی مسائل کو علمی ظاہر کرتے ہوئے،غیر علمی حلقے وما حول میں پیش کرنا ایجاد کرنے کا روشن ترین مصداق ہے۔

شبہ کا القا

دینی و اعتقادی مسلمات کو ضعیف و کمزور کرنے کے لئے منافقین کی اہم ترین روش،القاء شبہ ہے جس کے ذریعہ دین وایمان کی روح وفکر خدشہ دار کر دیتے ہیں ۔منافقین سخت اور حساس مواقع پر خصوصاً جنگ ومعرکہ کے ایام میں شبہ اندازی کر کے مومنین کی مشکلات میں اضافہ اور مجاہدین کی فکر و حوصلہ کو تباہ اور برباد کردیتے ہیں تا کہ میدان جنگ و نبرد کے حساس مواقع شرکت کرنے سے روک سکیں ۔اس مقام پر منافقین کی طرف سے پیش کئے گئے دو شبہ قرآن مجید کے حوالہ سے پیش کئے جارہے ہیں۔

ا۔دین کے لئے فریب کی نسبت دینا منافقین جنگ بدر کے موقع پر خدا وند عالم کی نصرت و مدد اور مسلمین کی کامیابی وفتح یابی کے وعدے کی تکذیب کرتے ہوئے،ان وعدے کو فریب وخوش خیالی قرار دے رہے تھے،قصد یہ تھا کہ ایجاد اضطراب کے ذریعہ و عدہ الہی کے سلسلہ میں مسلمانوں کے اعتقاد و ایمان میں ضعف و تزلزل پیدا کر دیں تا کہ وہ میدان جنگ میں حاضر نہ ہو سکیں ۔ خدا وند عالم اس مسئلہ کی یاد دہانی کرتے ہوئے مسلمانوں کے لئے تصریح کرتا ہے کہ خدا کا وعدہ یقینی ہے اگر خدا پر توکل و اعتماد رکھو گے تو کامیاب و کامران ہوجاؤ گے۔ (واذ یقول المنافقون والذین فی قلوبہم مرض غرّ ہولاء دینہم ومن یتوکل علی اللہ فان اللہ عزیز حکیم) جب منافقین اور جن کے دل میں کھوٹ تھا کہہ رہے تھے کہ ان لوگوں (مسلمان)کو ان کے دین نے دھوکہ دیاہے حالانکہ جو شخص اللہ پر اعتماد کرتاہے تو خدا ہر شی پر غالب آنے والا اور بڑی حکمت والا ہے ۔

منافقین نے اسی سازش کو جنگ احزاب (خندق) میں بھی استعمال کیا ۔(واذ یقول المنافقون و الذین فی قلوبہم مرض ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا) اور جب منافقین اور جن کے دلوں میں مرض تھا یہ کہہ رہے تھے کہ خدا ورسول نے ہم سے صرف دھوکہ دینے والا وعدہ کیا ہے ۔آیت فوق کی شان نزول یہ ہے کہ مسلمان خندق کھودتے وقت ایک بڑے پتھر سے ٹکرائے،سعی فروان کے بعد بھی پتھر کو نہ توڑ سکے،رسول اسلامؐ سے مدد کے لئے درخواست کی،آپ نے الہی طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے تین وار اور ضرب سے پتھر کو توڑ ڈالا،اور آپ نے فرمایا :یہاں سے حیرہ ،مدائن،کسریٰ و روم کے قصر و محل میرے لئے واضح وآشکار ہیں، فرشتہ وحی

نے مجھے خبر دی ہے کہ میری امت ان پر کامیاب اور فتحیاب ہوگی نیز ان کے تمام قصر و محل زیر تصرف ہوں گے پھر آپ نے فرمایا :خوش خبری اور مبارک ہو تم مسلمانوں پر اور اس خدا کا شکر ہے کہ اس محاصرہ و مشکلات کے بعد فتح و ظفر ہے۔ اس موقع پر ایک منافق نے بعض مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا : تم محمدؐ کی بات پر تعجب نہیں کرتے ہو ،کس طریقہ سے تم کو بے بنیاد وعدوں کے ذریعہ خوش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہاں سے روم و حیرہ و مدائن کے قصر کو دیکھ رہا ہوں اور جلد ہی فتح نصیب ہوگی ،یہ اس حال میں تم کو وعدہ دے رہے ہیں کہ تم دشمن سے مقابلہ کرنے میں خوف وہراس کے شکار ہو۔

۲۔ حق پر نہ ہونے کا شبہ ایجاد کرنا دوسرا وہ القاء شبہ جسے ہمیشہ منافقین خصوصاً میدان جنگ اور معرکہ میں ایجاد کرتے تھے حق پر نہ ہونے کا شبہ تھا ،جب جنگوں میں مسلمان خسارہ اور نقصان میں ہوتے تھے یا بعض مجاہدین درجہ شہادت پر فائز ہوتے تھے ، یا اہل اسلام شکست سے دوچار ہوتے تھے تو منافقین اس کا بہانہ لے کر طرح طرح کے شبہ ایجاد کرتے تھے کہ اگر حق پر ہوتے تو شکست نہیں ہوتی، یا قتل نہیں کئے جاتے ،اور اس طرح سے مسلمانوں کو شک اور تزلزل میں ڈال دیتے تھے ۔

قرآن مجید سے استفادہ ہوتا ہے کہ منافقین نے جنگ احد اور اس کے بعد سے اس انحرافی فکر کو القا کرنے میں اپنی سعی تیز تر کردی تھی۔ (ویقولون لو کان لنا من الأمر شیءما قتلنا ہھنا) اور کہتے ہیں کے اگر اختیار ہمارے ہاتھ میں ہوتا ہم یہاں نہ مارے جاتے ۔منافقین میدان جنگ میں شکست کو نبوت پیامبرؐ اور ان کے آئین کی نادرست و ناسالم ہونے کی علامت سمجھتے تھے اور یہ شبہ ایجاد کرتے تھے اگر یہ (شہدا)میدان جنگ میں نہ جاتے تو شہید نہ ہوتے ۔

(الذین قالوا لأخوانہم و قعدوا لو اطاعونا ما قتلوا) یہی (منافقین)وہ ہیں جنہوں نے اپنے مقتول بھائیوں کے بارے میں یہ کہنا شروع کردیا کہ وہ ہماری اطاعت کرتے تو ہرگز قتل نہ ہوتے ۔خدا وند عالم ان کے اس شبہ (جنگ میں شرکت قتل کئے جانے کا سبب ہے)کا جواب بیان کر رہا ہے، موت ایک الٰہی تقدیر و سرنوشت ہے موت سے فرار میسر نہیں،اور معرکہ احد میں قتل کیا جا

نا نبوت وپیامبرؑ کے ناسالم ہونے اور ان کے نادرست اقدام کی علامت نہیں ،جن افراد نے اس جنگ میں شرکت نہیں کی ہے موت سے گریزو فرار نہیں کر سکتے ہیںیا اس کو موخر کرنے کی قدرت و توانائی نہیں رکھتے ہیں۔ (قل لو کانوا فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیھم القتل الی مضاجعھم) تو آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم گھروں میں بھی رہ جاتے تو جن کے لئے شہادت لکھ دی گئی ہے وہ اپنے مقتل تک بہر حال جاتے ۔قرآن موت وحیات کو خدا کے اختیار میں بتا تا ہے معرکہ وجنگ کے میدان میں جانا موت کے آنے یا تاخیر سے آنے میں مؤثر نہیں ہے۔ (واللّٰہ یحیی و یمیت و اللّٰہ بما تعملون بصیر) موت وحیات خدا کے ہاتھ میں ہے اور وہ تمہارے اعمال سے خوب با خبر ہےاس مطلب کی تاکید کی کہ موت وحیات انسان کے اختیار میں نہیں ہے منافقینکے لئے اعلان کیا جارہا ہے کہ اگر تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ موت وحیات تمہارے اختیار میں ہے تو جب فرشتہ مرگ نازل ہو تو اس کو اپنے سے دور کر دینا اور اس سے نجات حاصل کر لینا ۔

(قل فادرؤا عن انفسکم الموت ان کنتم صادقین) پیامبر ان سے کہ دیجے کہ کہ اگر اپنے دعوے میں سچے ہوتو اب اپنی ہی موت کو ٹال دو ۔ مسلمانوں کو اپنے مذہب و عقیدہ میں شک سے دوچار کرنے کے لئے منافقین ہمیشہ یہ نعرہ بلند کیا کرتے تھے،اگر ہم حق پر تھے تو کیوں قتل ہوئے اور کیوں اس قدر ہمیں قربانی دینی پڑی،ہمیں جوجنگ احد میں ضربات و شکست سے دوچار ہونا پڑا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا دین اور آئین حق پر نہیں ہے ۔

قرآن کے کچھ جوابات اس شبہ کے سلسلہ میں گزر چکے ہیں ،اساسی و مرکزی مطلب اس شبہ کو باطل کرنے کے لئے مورد توجہ ہونا چاہئے وہ یہ کہ ظاہری شکست حق پر نہ ہونے کی علامت نہیں ہے جس طریقہ سے ظاہری کامیابی بھی حقانیت کی دلیل نہیں ہے۔ بہت سے انبیاء حضرات کہ جویقیناً حق پر تھے ،اپنے پروگرام کو جاری کرنے میں کامیابی سے ہم کنار نہیں ہو سکے،بنی اسرائیل نے بین الطلوعین ایک روز میں ستر انبیاء کو شہید کرڈالا اور اس کے بعد اپنے کاموں میں مشغول ہوگئے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ،کوئی حادثہ وجود میںآیاہی نہیں ،توکیا ان پیامبران الہی کا شہید ومغلوب ہوناان کے باطل ہونےکی دلیل ہے ؟اور بنی اسرائیل کا غالب ہوجاناان

کی حقانیت کی علامت ہے ؟یقیناً اس کا جواب نہیں میں ہے، دین کے سلسلہ میں فریب کی نسبت دینا اور حق پر نہ ہونے کے لئے شبہ پیدا کرنا ، منافقین کے القاء شبہات کے دو نمونہ تھے جسے منافقین پیش کرتے تھے لیکن ان کے شبہات کی ایجاد ان دو قسموں پر منحصر و محصور نہیں ہے ۔دین کو اجتماع و معاشرت کے میدان سے جدا کرکے صرف آخرت کے لئے متعارف کرانا ،دین کے تقدس کے بہانے دین و سیاست کی جدائی کا نعرہ بلند کرنا،تمام ادیان و مذاہب کے لئے حقانیت کا نظریہ پیش کرنا ،صاحب ولایت کا تمام انسانوں کے برابر ہونا ،صاحب ولایت کی درایت میں تردید اور اسکے اوامر میں مصلحت سنجی کے نظریہ کو پیش کرنا،احکام الٰہی کے اجرا ہونے کی ضرورت میں تشکیک وجود میں لانا ، خدا محوری کے بجائے انسان محوری کی ترویج کرنا ،اس قبیل کے ہزاروں شبہات میں جن کو منافقین ترویج کرتے تھے اور کررہے ہیں ، تاکہ ان شبہات کے ذریعہ دین کے حقایق و مسلّمات کو ضعیف اور اسلامی معاشرہ سے روح ایمان کو خالی کردیں اور اپنے باطل وبیہودہ مقاصد کو حاصل کرلیں ۔

البتہ یہ بات ظاہر و عیاں ہے کہ منافقین مسلمانوں کے اعتقادی و مذہبی یقینیات و مسلّمات میں القاء شبہات کے لئے اس نوع کے مسائل کا انتخاب کرتے ہیں جو اسلامی حکومت و معاشرے کی تشکیل میں مرکزی نقش رکھتے ہیں اور ان کے تسلط و قدرت کے لئے موانع ثابت ہوتے ہیں ، اسی بناپر منافقین کے القاء شبہات کے لئے زیادہ تر سعی وکوشش دین کے سیاسی واجتماعی مبانی نیز دین وسیاست کی جدائی اور دین کو فردی مسائل سے مخصوص کردینے کے لئے ہوتی ہیں ۔

فصل پنجم

منافقین کی اجتماعی و معاشرتی خصائص

اہل ایمان واصلاح ہونے کی تشہیر

منافقین ہمیشہ سماج اور معاشرہ میں ظاہراً ایمان اور اصلاح کا نعرہ بلند کرتے ہوئے قد علم کر تے ہیں،دین اور اسلامی نظام سے ومعرکہ آرائی کی صریح گفتگو نہیں کرتے اسی طرح منافقین کبھی بھی فساد کا دعویٰ نہیں کرتے بلکہ شدت سے انکار کرتے ہوئے،بلکہ خود کو اصلاح کی دعوت دینے والا اور دینداری کا علمبردارپیش کرتے ہیں۔اس سے قبل منافقین کی فردی رفتار کی خصوصیت کے ذیل میں بعض آیات جو منافقین کے کردار کی عکاسی کرتی ہیں پیش کی گئی ہیں،جس میں عرض کیا گیا کہ منافقین اس طرح خوبصورت اور دلچسپ انداز میں گفتگو کرتے ہیں کہ پیامبر اکرمؐ کے لئے بھی تعجب خیز ہوتا ہے پیامبر اسلامؐ بعض منافقین کو پہچانتے بھی تھے،لیکن اس کے باوجود دیکھتے تھے کہ وہ وہ اچھائی اور بہتری کا نعرہ لگاتے ہیں،دل موہ لینے والی گفتگو کرتے ہیں،ان کی گفتگو میں خیر وصلاح کی نمائش بھی ہوتیہے،منافقین کی یہ فردی خصوصیات ان کی اجتماعی رفتار میں بھی مشاہدہ کی جا سکتی ہے ۔

(ویقولون آمنّا باللّٰہ و بالرسول و اطعنا ثم یتولّیٰ فریق منہم من بعد ذلک وما اولئک بالمومنین) اور یہ لوگ کہتے ہیں کے ہم اللّٰہ اوررسول پر ایمان لے آئے اور ہم نے ان کی اطاعت کی اور اس کے بعد ان میں سے ایک فریق منھ پھیر لیتا ہے اور یہ واقعاً صاحبان ایمان نہیں ہیں ۔مسجد ضرار کی سازش میں منافقین کا نعرہ مریض بیمار افراد کی مساعدت اور ایک مقدس ہدف کا اظہار تھا ،قرآن صریحی اعلان کر رہا ہے کہ ان لوگوں نے مسجد، اسلام و مسلمانوں کو ضرر اور نقصان پہونچانے اور کفر کی تقویت دینے کے لئے بنائی تھی،مسجد کا ہدف صاحبان ایمان کے ما بین تفرقہ و اختلاف کی ایجاد اور دشمنان اسلام کے لئے سازشی مرکز تیار کرنا تھا حالانکہ وہ قسم کھاتے تھے کہ ہمارا ارادہ خدمت خلق اور نیکی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔(ولیحلفن ان اراد الّا الحسنیٰ)اور یہ قسم کھاتے ہیں کے

ہم نے صرف نیکی کے لئے مسجد بنائی ہے ۔ایک دوسرے مقام پر قرآن منافقین کو اس طرح بیان کر رہا ہے کہ منافقین پیامبر اکرمؐ کے حضور میں ان کے دستور و آئین کی فرماں برداری اور مطیع محض ہونے کا اظہار کرتے ہیں لیکن جب خصوصی جلسہ تشکیل دیتے ہیں تو پیامبرؐ اسلام کے خلاف سازش کا پروگرام بناتے ہیںظواہر کا آراستہ ہونااور اچھے نعرے لگانا،منافقین کے دونوں گروہ،یعنی منافق خوف،اور منافق طمع ،کی اجتماعی خصوصیات میں سے ہے ،منافقین ،اسلامی وایمانی معاشرے میں پلید افعال انجام دینے کے لئے ایمان کے نعرے بلند کرتے ہیں اور دین داری و اصلاح طلبی کا اظہار کرتے ہیں ۔

۲۔معروف کی نہی و منکر کا حکم منافقین کی دوسری اجتماعی خصوصیت معروف کی نہی اور منکر کا حکم دیناہے کلمہ (معروف ومنکر)وسیع مفہوم کے حامل ہیں تمام فردی ،اجتماعی ،سیاسی،نظامی ثقافتی اور معاشرتی اقدار و ضد اقدار کو شامل ہوتے ہیں جماعت نفاق کا نشانہ اور ہدف انواع منکرات کی اشاعت اور اسلامی اقدار و شائستگی کو محوکر نا ہے،لہذااپنے منافقانہ کر دار و رفتار کے ذریعہ شوم مقاصد کوحاصل کر نا چاہتے ہیں ۔ (المنافقون والمنافقات بعضہم من بعض یامرون باالمنکر وینھون عن المعروف)منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں سب ایک دوسرے سے مربوط ہیں سب برائیوں کا حکم دیتے ہیں اور نیکیوں سے روکتے ہیں ۔مذکورہ آیت میں جیسا کے اس کے شان نزول سے استفادہ ہوتاہے منکر کا مصداق سیاسی اقدار کی خلاف ورزی ہے ،منافقین افراد کو پیامبرؐ اسلام کی ہمراہی نہ کرنے کی دعوت دیتے تھے جو اسلامی نظام کی علامت اوربانی تھے ، صاحبان ایمان حضرات کو ولایت کے فرامین سے عدول اور نافرمانی کی ترغیب دلاتے تھے ، ظاہر ہے کہ اس منکر سیاسی کا خطرہ ،فردی منکرات سے کہیں زیادہ ہے ۔لیکن کبھی خطا سر زد ہو جاتی ہے اور معروف کی جگہ منکر اور منکر کی جگہ معروف انجام ہوجاتاہے قصد تخریب نہیں ہو تاہے، لہذا اس قسم کے موارد قابل گذشت ہیں لیکن اس کے مقابل بعض افراد معروف کی شناخت رکھتے ہوئے اس کے بر خلاف دعوت عمل دینے کے پابند ہیں منکر سے آگاہ ہوتے ہوئے بھی لوگوں کو اس کے انجام کے لئے ورغلاتے ہیں ۔ابو حنیفہ کی یہ کوشش رہتی تھی کہ وہ بعض موارد میں حضرت امام صاؑدق کے خلاف فتویٰ دے ،چنانچہ وہ سجدے کے مسئلہ میں حضرت امام صاؑدق کے فتوے کو نہیں جانتا تھا کہ

اس حالت میں آپ کا فتویٰ آنکھ بند کرنے کا ہے یا کھلی رکھنے کا لہذا اس نے فتویٰ دیا کہ ایک آنکھ کھلی اور ایک بند رکھی جائے تاکہ ہر حال میں حضرت امام صاؑدق کے فتوے کی مخالفت ہو سکے۔ منافقین، اسلامی معاشرے میں معروف ومنکر کی عمیق شناخت رکھتے ہوئے منکر کا حکم اور معروف سے نہی کرتے تھے لیکن انتہائی زیرکی اور فریب کاری کے ساتھ کہ کہیں ان کے راز فاش نہ ہو جائیں اور ان کے حربے ناکام ہوجائیں۔

۳۔ بخل صفت ہونا منافقین کی اجتماعی رفتار کی دوسری خصوصیت بخیل ہونا ہے وہ سماج ومعاشرے کی تعمیر اور اصلاح کے لئے مال صرف کرنے سے گریز کرتے ہیں ۔(یقبضون ایدیھم)اور(منافقین وہ لوگ ہیں جو) اپنے ہاتھوں کو (انفاق و بخشش سے)روکے رہتے ہیں۔ سورہ احزاب میں بھی منافقین کی توصیف کرتے ہوئے ان کی اس معاشرتی فکر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ (اشحۃ علیکم) وہ (منافقین)تمام چیزوں میں،تمھارے حق میں بخیل ہیں۔

منافقین نہ صرف یہ کہ خود بخیل ،کوتاہ دست،نیز محرومین وفقرا کی مدد ومساعدت نہیں کرتے بلکہ دوسروں کو بھی اس صفت کا عادی بنانا چاہتے ہیں اور انفاق کرنے سے روکتے ہیں ۔ (ھم الّذین یقولون لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ حتیٰ ینفضّوا وللہ خزائن السماوات والارض ولکن المنافقین لا یفقھون) یہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کے رسول اللہ کے ساتھیوں پر کچھ خرچ نہ کروتاکہ یہ لوگ منتشر ہو جائیں حالانکہ آسمان و زمین کے سارے خزانے اللہ ہی کے ہیں اور یہ منافقین اس بات کو نہیں سمجھ رہے ہیں ۔

مذکورہ آیت کی شان نزول کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ غزوہ بنی المصطلق کے بعد مسلمانوں کے دو فرد کا کنویں سے پانی لینے کے سلسلہ میں جھگڑا ہوگیا ان میں ایک انصار اور دوسرا مہاجرین کے گروہ سے تعلق رکھتے تھے دونوں نے اپنے اپنے گروہوں کو مدد کے لئے آواز دی ، عبد اللہ ابن ابی جو منافقین کے ارکان میں سے تھا ، گروہ انصار کی طرف داری کرتے ہوئے میدان میں اتر آیا دونوں گروہ میں لفظی جنگ شروع ہو گئی۔ عبد اللہ ابن ابی نے کہا :ہم نے مہاجرینجاعت کو پناہ دی،اور ان کی مدد کی لیکن ہماری مدد

و مساعدت اس معرو فمثل کے مانند ہوگئی جس میں کہا جاتاہے ''دشمن کلبک یاکلک''اپنے کتے کو کھلا پلا کر فربہ کرو تا کہ وہ تم کو کھا جائے یہ ہم انصار کی مدد و نصرت کا نتیجہ ہے جو ہم نے مہاجرین ہمارے ساتھ کر رہے ہیں ہم اس گروہ (مہاجر)کو اپنے شہر میں جگہ دی اپنے اموال کو ان کے درمیان تقسیم کئے،اگر اپنی باقی ماندہ غذا کو ان مہاجرین کو نہ دیتے تو آج ہم انصار کی یہ نوبت نہ آتی کہ مہاجر ہمارے گردنوں پر سوار ہوتے بلکہ ہماری مدد نہ کرنے کی صورت میں اس شہر سے چلے جاتے اور اپنے قبائل سے ملحق ہو جاتے ۔قرآن عبداللہ ابن ابی کی توہین آمیز گفتگو اور اس کی تاکید کہ انصار مہاجرین کی مدد کرنا ترک کر دیں، کا ذکر کرتے ہوئے اضافہ کر رہا ہے کہ آسمان و زمین کے خزائن خدا کے ہاتھوں میں ہے منافقین کے بخل کرنے اور انفاق سے ہاتھ روک لینے سے، کچھ بدلنے والا نہیں ہے ۔

۴۔صاحبان ایمان کی عیب جوئی اوراستہزامنافقین کی اجتماعی خصائص میں سے ایک خصوصیت صاحب ایمان کا استہزا ،عیب جوئی اور تمسخر ہے ،منافقین سے ایسے افعال کا صدور ان کی ناسالم طبیعت اور روحانی مریض ہونے کی غمازی کر رہا ہے، تمسخراور عیب جوئی ایک قسم کا ظلم شخصیت پر دست درازی اور انسانی حیثیت کی بے حرمتی ہے ،حالانکہ انسان کے لئے اس کی شخصیت و حرمت اور آبرو ہر شی سے عزیز تر ہوتی ہے۔

اشخاص کی تمسخر وعیب جوئی کے ذریعہ رسوا ئی اور بے حرمتی کرنا ،فرد مقابل کے مریض ،کینہ پرستی سے لبریز قلب اور پست فطرتی کی علامت ہے،منافقین بھی اس مرض میں مبتلا ہیں ۔(واذا لقوا الذین آمنوا قالوا آمنا واذا خلوالی شیاطینہم قالوا انا معکم انما نحن متہزؤن)جب صاحبان ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اہل ایمان ہیں،اور جب اپنے شیاطین کے ساتھ خلوت اختیار کرتے ہیں تو کہتے ہیں کے ہم تمہارے ساتھ ہیں ،ہم تو صرف صاحبان ایمان کا مذاق اڑاتے ہیں ۔منافقین جنگوں میں ہر زاویہ سے مومنین پر اعتراض کرتے تھے جو جنگ میں زیادہ حصہ لیتے تھے اور اچھی کار کردگی کا مظاہرہ کرتے تھے ان کوریا کاری کا عنوان دیدیتے تھے اورجن کی بضاعت کم تھی اور مختصر مساعدت کر تے تھے ، تو ان کا استہزاکرتے ہوئے کہتے تھے لشکر اسلام کو اس کی کیا

ضرورت ہے؟ !نقل کیا جاتا ہے ابو عقیل انصاری نے شب وروز کام کرکے دو من خرمے حاصل کئے ایک من اپنے اہل وعیال کے لئے رکھے اور ایک من پیامبر اسلام کی خدمت میں پیش کیا، منافقین ابو عقیل انصاری کے اس عمل پر تمسخر و استہزا میں مشغول ہوگئے، اس وقت ذیل کی آیت کا نزول ہوا ۔ (الذین یلمزون المطوعین من المؤمنین فی الصدقات و الذین لا یجدون الا جہدہم فیسخرون منہم سخر اللہ منہم و لہم عذاب الیم)! جو لوگ صدقات میں فراخ دلی سے حصہ لینے والے مومنین اور ان غریبوں پر جن کے پاس ان کی محنت کے علاوہ کچھ نہیں ہے الزام لگاتے ہیں اور پھر ان کا مذاق اڑاتے ہیں خدا ان کا بھی مذاق بنا دے گا اور اس کے پاس بڑا دردناک عذاب ہے ۔آیت فوق سے استفادہ ہوتا ہے کہ منافقین ایک گروہ کی عیب جوئی کرتے تھے اور ایک گروہ کا استہزا و مسخرہ کرتے تھے ان کا استہزا و تمسخر ان افراد کے لئے تھا جو لشکر اسلام کے لئے مختصر اور ناچیز مساعدت کرتے تھے اور عیب جوئی ان اشخاص کے لئے تھی جو وافر مقدار میں نصرت ومدد کرتے تھے پہلی قسم کے افراد کو استہزا کرتے ہوئے بے مقدار و ناچیز مدد کرنے والے القاب سے نوازتے تھے اور دوسری قسم کے اشخاص کو ریاکار سے تعارف کراتے تھے ۔

۵ ۔تضحیک و خندہ زنی منافقین کی ایک دوسری اجتماعی رفتار کی خصوصیت تضحیک اور خندہ زنی ہے یعنی جب بھی صاحب ایمان سختی وعسرت میں ہوتے تھے تو منافقین خوشحال ہوتے اور ہنستے تھے اور مومنین کی سرزنش کیا کرتے تھے لیکن جب صاحبان ایمان کو آرام اور آسائش میں دیکھتے تھے تو ناراض اور غمزدہ ہوتے تھے، قرآن مجید چند آیات کے ذریعہ منافقین کی اس کیفیت کو بیان کر رہا ہے ۔ (ان تمسسکم حسنۃ تسؤہم وان تصبکم سیءۃ یفرحوابہا) تمہیں ذرا بھی نیکی پہنچتی ہے تو وہ ناراض ہوتے ہیں اور تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو وہ خوش ہوتے ہیں ۔ (وان اصابتکم مصیبۃ قال قد انعم اللہ علیّ اذ لم اکن معہم شہیداً) اور اگر تم پر کوئی مصیبت آگئی تو کہیں گے خدا نے ہم پر احسان کیا کہ ہم ان کے ساتھ حاضر نہیں تھے ۔ (ان تصبک حسنۃ تسؤہم وان تصبک مصیبۃیقولوا قد اخذنا امرنا من قبل ویتولوا وہم فرحون) ان کا حال یہ ہیکہ جب آپ تک نیکی آتی ہے تو انہیں بری لگتی ہے اور جب کوئی مصیبت آجاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنا کام پہلے ہی ٹھیک کر لیا تھا اور خوش وخرم واپس چلے جاتے ہیں ۔منافقین اس عداوت و دشمنی کی بنا پر جو

مسلمانوں کے لئے رکھتے ہیں ان کی خوش حالی اور آسائش کو دیکھنا پسند نہیں کرتے ہیں لیکن جب صاحب ایمان مصیبت یا جنگ میں گرفتار ہوتے ہیں تو بہت شادمان اور خوش نظر آتے ہیں۔ جب مسلمان سختی و عسرت میں ہوتے ہیں تو ان کی سرزنش کرتے ہیں اور اپنے موقف کو ان سے جدا کر لیتے ہے،اور شکر خدا بھی کرتے ہیں کہ ہم مومنین کے ساتھ (گرفتار)نہیں ہوئے۔

۶۔ کینہ توزی منافقین، مومنین و اسلامی نظام کی نسبت شدید عداوت و کینہ رکھتے ہیں، کینہ و عداوت کے شعلہ ہمیشہ ان کے دل و قلب میں افروختہ ہیں جو کچھ بھی دل میں ہوتا ہے وہ ان کی زبان و عمل سے ظاہر ہوہی جاتاہے خواہ و اظہار خفیف ہی کیوں نہ ہو ۔ امیر المومنین حضرت امام علی، اپنی گران قدر گفتگو میں صراحت کے ساتھ اس باریکی کو انسانوں کے لئے بیان فرماتے ہیں ۔ (ما اضمر احد شیئاالا ظھر فی فلتات لسانہ وصفحاتوجہہ) انسان جس بات کو دل میں چھپانا چاہتا ہے وہ اس کی زبان کے بے ساختہ کلمات اور چہرہ کے آثار سے نمایاں ہو جاتی ہے ۔

مذکورہ کلام کی بنیاد پر منافقین جو شدید کینہ و عداوت صاحب ایمان سے رکھتے ہیں اس کا مختصر حصہ ہی منافقین کی رفتار وگفتار میں جلوہ گر ہوتاہے۔ قرآن مجید نے اس باریک مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وضاحت کیہے کہ منافقین نے اپنے دلوں میں جو مخفی کر رکھاہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو ان کی رفتار وگفتار میں دیکھا جاتا ہے ۔ (قد بدت البغضاء من افواہھم وما تخفی صدورہم اکبر) ان کی عداوت زبان سے بھی ظاہر ہے اور جو دل میں چھپا رکھا ہے وہ تو اس سے بھی زیادہ ہے۔ لہذا منافقین کی رفتار وگفتار کے ظواہر سے اسلامی نظام اور صاحبان ایمان سے عداوت وکینہ کے کچھ بخش و حصہ کی شناختکی جا سکتیہے اور یہ آگاہی وشناختمقدمہ ہے کہ ان سے مبارزہ کیا جا سکے اور اس نوعیت کے دشمنوں کو اسلامی معاشرے سے جدااور اخراج کیا جا سکے۔

فصل ششم

منافقین سے مقابلہ کرنے کی راہ وروش

روشن فکری وافشاگری

منافقین سے مقابلہ و مبارزہ کرنے کی راہ وروش ایک مفصل اور طولانی بحث ہے،یہاں بطور اجمال اشارہ کیا جارہا ہے،منافقین سے مقابلہ کے طریقوں میں زیادہ و ہ طریقے قابل بحث ہیں جو منافقین کے سیاسی و ثقافتی فعالیت کو مسدود کرسکیں اور ان کے شوم اہداف کے حصول کوناکام بنا سکیں ۔

منافقین سے مقابلہ اورمبارزہ کے سلسلہ میں پہلا مطلب یہ ہے کہ تحریک نفاق،ان کے اہداف نیزان کے طورطریقہ اور روش کے سلسلہ میں روشن فکر ہونا چاہئے، نفاق کے چہروں کا تعارف نیز ان کے اعمال و افعال کا افشا کر نا نفاق و منافقین سے مقابلے و مبارزے کے سلسلہ میں ایک مؤثرقدم ہو سکتا ہے ۔بطور مقدمہ اس مطلب کی یاد دہانی بھی ضروری ہیکہ دوسروں کے گناہ ،اسرار کا افشاا ورعیب جوئی کواسلام میں شدت سے منع کیا گیا ہے ۔

بعض روایات واحادیث میں دوسروں کی معصیت وگناہ کو فاش کرنے کا گناہ ،اسی معصیت وگناہ کے مطابق ہے،صاحبان ایمان کو نصیحت کی گئی ہے اگر تم چاہتے ہو کہ خداوند عالم قیامت میں تمہارے عیوب پر پردہ ڈالے رہے تو دنیا میں دوسروں کے عیوب کی پردہ پوشی کرتے رہو۔رسول اکرمؐ ایک سوال کے جواب میں ،جس نے سوال کیا تھا ہم کون سا فعل انجام دیں کہ اللہ قیامت میں ہمارے عیوب کو ظاہر نہ کرے،آپ فرماتے ہیں:(استر عیوب اخوانک یستر اللہ علیک عیوبک)اپنے (دینی) برادران کے عیوب کوپوشیدہ رکھوتا کہ اللہ بھی تمہارے عیوب کو پوشیدہ اورچھپائے رکھے۔

امیر المومنین حضرت علی،نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں: جو لوگ گناہوں سے محفوظ ہیں اور خدا نے ان کو گناہوں کی آلودگی سے پاک رکھاہے ان کے شایان شان یہی ہے کہ گناہگاروں اور خطاکاروں پر رحم کریں اوراس حوالے سے خدا کی بارگاہ میں شکر گذار ہوں کیوں کہ ان کا شکر کرنا ہی ان کو عیب جوئی سے محفوظ رکھ سکتا ہے، چہ جائیکہ انسان خود عیب دار ہو اور اپنے بھائی کا عیب بیان کرے اور اس کے عیب کی بنا پر اس کی سرزنش بھی کرے، یہ شخص یہ کیوں نہیں فکر کرتا ہے کہ پروردگار نے اس کے جن عیوب کو چھپا کر رکھا ہے وہ اس سے بڑے ہیں جن پر یہ سرزنش کر رہا ہے اور اس عیب پر کس طرح مذمت کر رہا ہے جس کا خود مرتکب ہوتا ہے اور اگر بعینہ اس گناہ کا مرتکب نہیں ہوا ہے تو اس کے علاوہ دوسرے گناہ کرتا ہے جو اس سے بھی عظیم تر ہیں اور خدا کی قسم !اگر اس سے عظیم تر نہیں بھی ہیں تو کمتر تو ضرور ہی ہیں اور ایسی صورت میں برائی کرنے اور سرزنش کرنے کی جرأت بہر حال اس سے بھی عظیم تر ہے.

اے بندہ خدا !دوسرے کے عیب بیان کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لے خدا نے اسے معاف کر دیا ہو اور اپنے نفس کو معمولی گناہ کے بارے میں محفوظ تصور نہ کر شاید کے خداوند عالم اسی پر عذاب کر دے ہر شخص کو چاہئے کہ دوسرے کے عیب بیان کر نے سے پرہیز کرے کیونکہ اسے اپنا عیب بھی معلوم ہے اور اگر عیب سے محفوظ ہے تو اس سلامتی کے شکریہ ہی میں مشغول رہے حضرت علی،کی فرمایش کے مطابق نہ صرف یہ کہ افراد کو چاہئے کہ اپنے دینی اور انسانی برادران کے اسرار کو فاش نہ کریں اور ان کی بے حرمتی نہ کریں بلکہ حضرت کی فرمایش و نصیحت یہ ہے کہ اگر حکومت بھی ،سماج ومعاشرہ کے جن افراد کے اسرار وعیوب کو جانتی ہے تو اس کو چاہئے،ان کے عیوب کو پوشیدہ رکھے ان کی خطاوں سے جہاں تک ممکن ہے چشم پوشی کرے ،حضرت ایک نامہ کے ذریعہ مالک اشتر کو لکھتے ہیں: (ولیکن ابعد رعیتک منک واشنأہم عندک اطلبہم لمعائب الناس فان فی الناس عیوبا الوالی احق من سترہا فلا تکشفن عما غاب عنک منہا فانّما علیک تطہیر ما ظہر لک واللّٰہ یحکم علی ما غاب عنک فاستر العورۃ ما استطعت یستر اللّٰہ منک ما تحب سترہ من رعیتک)رعایا میں سب سے زیادہ دور اور تمہارے نزدیک مبغوض وہ شخص ہونا چاہئے جو زیادہ سے زیادہ لوگوں

کے عیوب کو تلاش کرنے والا ہو اس لئے کہ لوگوں میں بہر حال کمزوریاں پائی جاتی ہیں ان کی پردہ پوشی کی سب سے بڑی ذمہ داری،والی پر ہے لہذا خبردار جو عیب تمہارے سامنے نہیں ہے اس کا انکشاف نہ کرنا تمہاری ذمہ داری صرف عیوب کی اصلاح کرنا ہے اور غائبات کا فیصلہ کرنے والا پروردگار ہے جہاں تک ممکن ہو لوگوں کے ان تمام عیوب کی پردہ پوشی کرتے رہو کہ جن کے سلسلہ میں اپنے عیوب کی پردہ پوشی کی پروردگار سے تمنا کرتے ہو ۔

البتہ گناہ و معصیت کو پوشیدہ رکھنے اور فاش نہ کرنے کا حکم اور دستور وہاں تک ہے جب تک گناہ فردی و شخصی ہو اور سماج ومعاشرے یا اسلامی نظام کے مصالح کے لئے ضرر و زیان کا باعث نہ ہو لیکن اگر کسی فرد نے بیت المال میں خیانت کی ہے، عمومی اموال وافراد کے حقوق ضائع کئے ہیں یا اسلامی نظام کے خلاف سازش اور فعالیت انجام دی ہے، تو اس کے افعال و رفتار کی خبر دینی چاہیئے اور اس کو بیت المال کی خیانت و افراد کے حقوق ضائع کرنے کی بنا پر محاکمہ اور سزا دینی چاہیئے ۔

امیرالمومنین حضرت علیؑ اپنے تعیین کردہ امراء اور کارندوں کے افعال و رفتار کی تحقیق ونظارت کیلئے بہت سے مقام پر اپنے تفتیش کرنے والوں کو بھیجا کرتے تھے ،اور جب کبھی ان کارگزاروں کی طرف سے خطا ونافرمانی کی خبر ملتی تھی ان کو حاضر کرکے شدید توبیخ کرتے اور سزا دیتے تھے ۔امیرالمومنین حضرت علیؑ بیت المال کے خیانت کاروں اوراموال عمومی کو ضائع کرنے والوں سے قاطعانہ طور پر باز پرس کرتے تھے آپ کے دوران خلافت وحکومت میں یہ مسئلہ بطور کامل مشہود ہے ۔

منافقین کے عیوب و معصیت کے لئے یہ دونوں طریقے یقینی طور پر قابل اجرا ہیں، اگران کے گناہ ،فسق وفجور فردی ہیں توچشم پوشی سے کام لینا چاہیئے لیکن اگر ان کی سرگرمی وفعالیت دشمن اسلام کے مانند ہوا ن کا ہدف اسلام اور اسلامی نظام کی بنیاد کو اکھاڑ پھینکنا ہو توایسی صورت میں ان کی حرکت کوفاش کرنا چاہیئے ان کے افراد وارکان کاتعارف کرانا چاہیئے تاکہ امنیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تخریبی حرکتیں انجام نہ دیں،جیساکہ اس سے قبل عرض کیاگیا قرآن مجید نے تین سوآیات کے ذریعہ منافقین کی افشاگری کرتے

ہوئے ان کی تخریبی فعالیت کی نشاندہی کی ہے اور ان کیصفات کو بطور دقیق بیان کیا گیا ہے، نفاق کی تحریک اور منافقین جماعت کی افشاگری چند بنیادی فوائد رکھتے ہیں۔ ا۔منافق جماعت کے ذریعہ فریب کے شکار ہوئے افراد خواب غفلت سے بیدار ہوکر حق کے دامن میں واپس آجائیں گے ۔

۲۔دوسرے وہ افراد جو تحریک نفاق سے آشنائی نہیں رکھتے وہ ہوشیار ہو جائیں گے اور اس کے خلاف موقف اختیار کریں گے ان کے موقف کی بنا پر حزب نفاق کے افرادکنارہ کش اور خلوت نشین ہوجائیں گے ۔

۳۔ تیسرے منافقین کی جانی امنیت اور مالی حیثیت، افشاگری کی بنا پر خطرہ سے مواجہ ہوجائیں گی اوران کی فعالیت میں خاصی کمی و اقع ہو جائے گی۔

نفاق کے وسائل سے مقابلہ

منافقین سے مقابلہ کے سلسلہ میں دوسرا نکتہ یہ ہے کے نفاق کے وسایل و حربے نیز ان کی راہ وروش کی شناخت ہے، پہلے منافقین کی تخریبی فعالیت کے وسایل اور اہداف کی شناخت ہوناچاہئے پھر ان سے مقابلہ کرنا چاہئے۔نفاق کی شناخت کے لئے ضروری ترین امر، ان کی سیاسی وثقافتی فعالیت کی روش اور طریقہ کی شناسائی ہے، یہ شناخت نفاق ستیزی کے لئے بنیادی رکن کی حیثیت رکھتی ہے، اس لئے کہ جب تک دشمن ا ور اس کے وسایل وحربے شناختہ شدہ نہ ہوں تومبارزہ و مقابلہ کی بساط کہیں کی نہیں ہوتی ہے۔ یہاں پر وسائل نفاق سے مقابلہ و مبارزہ کے لئے چند اساسی و بنیادی طریقہ کو بیان کیا جارہے ،البتہ دشمن کے ہجومی اورہر قسم کے تخریبی حملے سے مقابلہ کے لئے کچھ خاص طریقۂ کار کی ضرورت ہے کہ جس کا یہاں احصا ممکن نہیں۔

ا۔ صحیح اطلاع فراہم کرنا اس سے قبل اشارہ کیا جا چکا ہے کے منافقین کا ایک اورحربہ و وسیلہ افواہ کی ایجاد ہے ،اس حربہ سے مقابلہ کیلئے بہترین طریقۂ کار صحیح اور موقع سے اطلاع کا فراہم کرناہے،افواہپھیلانے والے افراد ،نظام اطلاعات کے خلاء سے فائدہ

اٹھاتے ہوئے افواہوں کا بازار گرم کرتے ہیں، اگر اخبار و اطلاعات بہ موقع، صحیح اور دقیق، افراد و اشخاص اور معاشرے کے حوالہ کی جائے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ افواہ و شایعات اپنے اثرات کھو بیٹھیں گے ۔ امیر المومنین حضرت علی، نہج البلاغہ میں حاکموں پر عوام کے حقوق میں سے ایک حق، ملک کے حالات سے عوام کو آگاہ کرنا بتاتے ہیں، آپ فرماتے ہیں: (ألاوان لکم عندی ان لا احتجز دونکم سراً الا فی حرب) یاد رکھو! مجھ پر تمہارا ایک حق یہ بھی ہے کہ جنگ کے علاوہ کسی بھی موقع پر کسی راز کو تم سے چھپا کر نہ رکھوں.

مذکورہ کلام میں جنگ کے مسائل و فوجی و نظامی اسرار کا ذکر کسی خصوصیت کا حامل نہیں، صرف یک نمونہ کا ذکر ہے، نظامی اسرار اور اطلاعات کے سلسلہ میں عدم افشا کا معیار معاشرہ اور حکومت کے لئے ایک مصلحت تصور کرنا چاہئے لہذا اسی اصل پر توجہ کرتے ہوئے اور اموی مشینری کی افواہ سازی کے حربہ کو ناکام بنانے کیلئے آپ نے جنگ صفین کے اتمام کے بعد مختلف شہروں میں خطوط بھیجے اور ان خطوط میں جنگ صفین کے تمام تفصیلات بیان کئے، معاویہ اور اس کے افراد کی جنگ طلبی کی وجہ اور علت کو تحریر فرمایا اور دونوں گروہ کے مذاکرات کی تفصیل بھی مرقوم فرمائی امام علیہ السلام کے خطوط بھیجنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ امام پیش بینی کر رہے تھے کہ معاویہ اور اس کے افراد افواہوں کا بازار گرم کریں گے مسلمانوں کے درمیان مسموم تبلیغ کے ذریعہ ، عمومی افکار کی تخریب کرتے ہوئے علوی حکومت کے خلاف عوام کو ور غلائیں گے لہذا امام نے پہل کرتے ہوئے سریع اور صحیح اطلاعات فراہم کرتے ہوئے لوگوں کے افکار اور قضیہ کے ابہامات روشن کردیئے۔

مذکورہ مقام کے علاوہ بہت سے ایسے موارد نہج البلاغہ میں پائے جاتے ہیں کہ جسمیں حضرت نے مختلف مواقع پر حکومتی امور کی گزارش عوام کے سامنے پیش کی ہے، اور اس عمل کے ذریعہ بہت سی افواہ و شایعات کو وجود میں آنے سے روک دیا ہے۔

۲۔شبہات کی جواب دہی اور سیاسی و دینی بصیرت کی افزائش شبہ کا القا ایک دوسری روش ہے جس کے ذریعہ منافقین سوء استفادہ کرتے ہیں، منافقین کے شبہات کا منطقی اور بر محل جواب دے کر ان کو خلع سلاح کرتے ہوئے اثرات کو زائل کیا جاسکتا ہے۔

شبہات کے جواب میں منطقی استدلال پیش کرنا ایک ،مکتب فکر کے قدرت مند اور مستحکم ہونے کی اہم ترین علامت ہے ،بحمد اللہ اسلام کے حیات بخش آئین کو عقل قوی اور فطرت کی پشت پناہی حاصل ہے ،اہل نفاق کے اس حربہ سے مقابلہ کرنے کے لئے لازم ہے کہ اسلامی مکتب فکر سے عمیق آشنائی رکھتے ہوئے کی ایجاد کردہ شبہات کی شناسائی اور ان کے شبہات کو حل کرتے ہوئے ان کوگندے عزائم کی تکمیل و تحصیل سے روکنا چاہئے ۔

انسان حق پزیر فطرت و خصلت کے حامل ہیں اگر ہم حق کی صورت کو شفاف پیش کرنے کی کوشش کریں تو وہ حق کے مقابل تسلیم ہو سکتے ہیں ،خصوصاً نوجوان افراد جن کے یہاں شناخت کے موانع کمتر اور حقیقت پیدا کرنے کی خواہش شدید تر ہے ،وہ حق کو جلد ہی درک کر لیتے ہیں اور حق کے مقابل خاضع ہوجاتے ہیں روایات میں جوانی کے زمانہ کوبالیدگی فکر اور بلند ہمتی کا زمانہ کہا گیا ہے اور تاریخی شواہد بھی اس کی تائید کرتے ہیں ۔

حضرت موسیؑ پر ایمان لانے والے افرادبنی اسرائیل سے جوان ہی تھے پیامبر عظیمؐ الشان نے بعثت کے آغاز میں ،مکہ کے سخت شرائط میں اکثر جوانوں کوہی اسلام کی طرف جذب کیا تھا ۔دوسرا اصول اور بنیادی طریقہ جو شبہ کے انعقاد کو روکنے میں مفید ہے سماج ومعاشرہ کی سیاسی و دینی بصیرت کو زیادہ سے زیادہ ارتقاء دیا جائے ،اگرتمام افراد اچھی طرح سے دین کی شناخت وپہچان رکھتے ہوں اوران کے اندر شبہات کی تنقید و تحقیق کی صلاحیت بھی ہو تو منافقین کبھی بھی القاء شبہ کے ذریعہ اہل اسلام کو شک میں نہیں ڈال سکتے ہیں،اوران کی سازش ابتدائی ہی منزل پر ناکام ہوکر رہ جائے گی۔

اگرمعاشرے کے تمام افراد سیاسی بصیرت کے حامل ہوں اور سیاسی حوادث کی تحقیق و تحلیل کی توانائی بھی رکھتے ہیں تو منافق کبھی بھی اپنی سازش وفتنہ گری کے ذریعہ لوگوں کو فریب دینے میں کامیاب نہیں ہو سکتے ہیں ۔اگر امیرالمومنین حضرت علیؑ کے ساتھ معرکہ صفین میں جنگ کرنے والے سیاسی بصیرت کے حامل ہوتے تو قرآن کو نیزہ پربلند کئے جانے والے حیلہ اور حربے سے

شک وشبہ میں مبتلانہیں ہو سکتے تھے اور معاویہ کی فوج نفاق کے ذریعہ جنگ کو متوقف نہیں کر سکتی تھی۔ معاشرے کے افراد کی دینی و سیاسی بصیرت کی ارتقاء، نفاق اور اس کے مختلف وسایل سے مبارزہ اور مقابلہ کے لئے سب سے بنیادی طریقہ ہے معاشرے میں اگر کافی مقدار میں صاحبان بصیرت کا وجود ہوتو، منافقین کے مختلف حیلہ و مکر کو خنثیٰاور ناکام بنایا جاسکتا ہے۔

۳۔اتحاد و وحدت کا تحفظ مسلمانوں کے درمیان تفرقہ وچند احزاب و گروہ کی ایجاد ،منافق جماعت کا اصلی حربہہے ،اس تحریک نفاق سے مقابلہ کرنے کا طریقہ اسلامی معاشرت کی حریم اور اسکی وحدت کی حفاظت کرنا ہے ،اگر اہل اسلام خدا محوری کی بنیاد پر حرکت کریں ،خود محوری کو ترک کر دیں یقیناً منافقین کا تفرقہ اندازی کا حربہ اپنا اثر کھوبیٹھے گا اسلام کا دستور حبل خدا کو مضبوطی سے تھامنے اور تفرقہ سے جدا رہنے کا ہے ۔دین اور احکام اسلامی کی حاکمیت کو دل وجان سے قبول کرنا ،اسلامی اخلاق و آداب سے خود کو آراستہ کرنااور خواہشات نفسانی کی پیروی سے پرہیز کرنا وغیرہ ایسے اسباب ہیں کہ جسکی وجہ سے ایک متحد سماج اور منظم معاشرے عالم ظہور میں آسکتا ہے،جب تک اسلامی معاشرے وسماج میں اتحاد و حدت کی ضو فشانی رہے گی ہر گز اسلام کے مخالفین حتی منافقین اپنے اہداف و مقاصد میں ظفریاب نہیں ہو سکتے ہیں ۔

وحدت واتحاد کی حفاظت ،اختلاف کو ختم کرنے کی جد وجہد قابل قدر و اہمیت کی حامل ہیں ،لہذا ہر فرد کا وظیفہ بنتاہے کہ اپنی توانائی کے اعتبار سے اس کی کامیابی کے لئے سعی و کوشش کرے ۔پیامبر عظیم الشانؐاکثر موارد میں خود حاضر ہو کر افراد اور قبائل کے ما بین اختلاف اوران کی آپسی دشمنی کو حل و فصل کراتے تھےان کو دوستی مساوات اور اسلامی اقدار پر گامزن رہنے کے لئے نصیحت فرمایا کرتے تھے ۔

منافقین سے قاطعانہ برتاؤ

منافقین سے مقابلہ کا ایک اور طریقہ ان کے ساتھ قاطعانہ برتاؤاور غیر مصلحت آمیز سلوک ہے،جب تک منافقین کی جد جہد قیل وقال کے مرحلہ میں ہے اسلامی نظام کو روشن فکری کے ذریعہ سے مقابلہ کرنا چاہئے لیکن جب منافقین تخریبی اعمال وحرکات انجام دینے لگیں تو شدت و قوت سے مقابلہ ہونا چاہئے۔خداوند عالم آخرت میں منافقین سے قاطعانہ برتاؤ کا اعلان کرتے ہوئے صاحبان ایمان کو بھی ویسے ہی برتاؤ کرنے کا سبق سکھاتا ہے ۔(ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار)بے شک منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے۔

اسی بناخداوندمتعال قرآن میں رسول خدؐا کو خطاب کرتے ہوئے فرما رہا ہے:(یا ایھاالنبی جاہد الکفار والمنافقین و اغلظ علیھم)پیامبر!آپ کفار اور منافقین سے جہاد کریں اور ان پر سختی کریں ۔کفار کے مقابلہ میں جہاد کا طریقۂ کار آشکار ہے،یہ جہاد ہر زاویے سے ہے بالخصوص مسلحانہ ہے،لیکن منافقین سے جہاد کا طور وطریقہ مورد بحث ہے اس لئے کہ یہ بات مسلم ہے کہ پیامبرؐ نے منافقین سے مسلحانہ جنگ نہیں کی تھی۔

حضرت امام صاؑدق فرماتے ہیں:(ان الرسول اللہ لم یقاتل منافقاً) رسول خدا نے منافق سے جنگ نہیں کی تھی۔منافقین سے جہاد نہ کرنے کی دلیل بھی واضح ہے اس لئے کہ منافقین ظواہراسلام کااظہار کرتے تھے لہذا تمام اسلامی آثار و فوائد کے مستحق تھے،گرچہ باطن میں وہ اسلامی آئین کی خلاف ورزی کرتے تھے اسلام کے اظہار کرنے والے سے،کسی کو غیر اسلامی رفتار کرنے کا حق نہیں یعنی منافق کے ساتھ وہ سلوک نہیں ہونا چاہئے جو غیر اسلام (کافر)سے کیا جاتا ہے۔

پیامبر اسلامؐ کے زمانہ میں کسی منافق نے علی الاعلان اسلام کی مخالفت میں پرچم بلند نہیں کیا تھا لہذا پیامبرؐ نے بھی مسلحانہ جنگ انجام نہیں دی تھی۔لہذاقرآن میں منافق سے جہاد کے دستور کے معنی ومفہوم کو جنگ وجہاد کی دوسری اشکال سے تعبیر کرنا ہوگا

جو غیر مسلحانہ ہو، جیسے ان کی سرزنش وتوبیخ کرنا مذمت و تہدید سے پیش آنا، رسوا اور ذلیل کرنا وغیرہ شاید ''واغلظ علیھم'' کا مفہوم بھی ان ہی قسم کے برتاؤ پر صادق آتا ہو۔ البتہ یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ جب تک منافقین کے اندرونی اسرار اور خفیہ پروگرام آشکار نہ ہوں نیز ان کی تخریبی حرکات سامنے نہ آئے تب تک وہ اسلامی احکام کے تابع ہیں لیکن جب ان کے باطنی اسرار فاش ہوں اور یہ واضح ہو جائے کہ اسلام و اسلامی نظام کے سلسلہ میں تخریبی اعمال انجام دینا چاہتے ہیں تو ان کو سرکوب کرنا ضروری ہے خواہ مسلحانہ طریقہ ہی کیوں نہ اپنانا پڑے۔ بہر حال بنی امیہ کی منافق جماعت کے ارکان اور اس کے سرغنہ معاویہ سے امیر المومنین حضرت علی کا برتاؤ اور رویہ مذکورہ آیت کا بہترین مصداق ہے۔

جب تک منافقین کا طرز عمل سخن وگفتگو تک محدود تھا آپ نے کوئی فوجی کاروائی نہیں کی بلکہ صرف گفت وشنود اور مذاکرات کے ذریعہ مسئلہ کا حل تلاش کرتے رہے لیکن جب نفاق حرف و کلام سے آگے بڑھ گیا اور حرب وجنگ کی نوبت آگئی تو آپ قاطعانہ و قہر آمیز برتاؤ سے پیش آئے۔

آپ نے اپنی گفتگو و خطبات کے ذریعہ ان کے افکار و نظریات کو مسمار اور مسلحانہ اقدام کے ذریعہ ان کو ہمیشہ کے لئے ذلیل و رسوا کر کے رکھ دیا۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین الھم صل علی محمد وآلہ الطاہرین

مصادر و مآخذ

۱۔ قرآن کریم

۲۔نہج البلاغہ

۳۔الاحتجاج:مرحوم طبرسی

۴۔اسدا الغاب:ابن اثیر

۵۔الاصابۃ:ابن حجر عسقلانی

۶۔اصول کافی:مرحوم کلینی

۷۔اعلام الوری:طبرسی

۸۔الامام الصادق والمذاہب الاربعہ :اسد حیدر

۹۔بحار الانوار:علامہ مجلسی

۱۰۔تاریخ الامم والرسل :طبری

۱۱۔تفسیر قرآن :قرطبی

۱۲۔تفسیر نمونہ:مکارم شیرازی وہمکاران

۱۳۔تفسیر سورہ توبہ ومنافقون:جعفر سبحانی

۱۴۔ تفسیر المنیر: دکتر وہبۃ زحیلی

۱۵۔ تصنیف غرر الحکم: دفتر تبلیغات اسلامی قم

۱۶۔ جاذبہ ودافعہ امام علیؑ: شہید مطہری

۱۷۔ حدیث الافک: سید جعفر مرتضیٰ

۱۸۔ خصال: شیخ صدوق

۱۹۔ الدر المنثور: جلال الدین سیوطی

۲۰۔ رسالت خواص و عبرتہای عاشورا: سید احمد خاتمی

۲۱۔ سفینۃ البحار: شیخ عباس قمی

۲۲۔ سیرۃ: ابن ہشام

۲۳۔ شرح نہج البلاغہ: ابن ابی الحدید

۲۴۔ شرح نہج البلاغہ: مرحوم خوئی

۲۵۔ شیخ فضل اللہ نوری و مشروطیت: رویارویی دو اندیشہ: مہدی انصاری

۲۶۔ العقد الفرید: ابن عبد ربہ اندلسی

۲۷۔ الغارات: ابو اسحاق ابراہیم بن محمد

۲۸۔ غرر الحکم

۲۹۔ فتوح البلدان: بلاذری

۳۰۔ فروغ ابدیت: جعفر سبحانی

۳۱۔ قاموس الرجال: تستری

۳۲۔ کلمات قصار، پندہا و حکمتہا، گزیدہ سخنان امام خمینیؒ

۳۳۔ لسان العرب: ابن منظور

۳۴۔ مجمع البیان: طبرسی

۳۵۔ مجموعہ ورام

۳۶۔ المحجۃ البیضاء: فیض کاشانی

۳۷۔ مروج الذہب: مسعودی

۳۸۔ مسالہ نفاق: شہید مطہری

۳۹۔ مستدرک الوسائل: محدث نوری

۴۰۔ المصباح المنیر: فیومی

۴۱۔ ملل و نحل: شہرستانی

۴۲۔منشور جاوید قرآن؛جعفر سبحانی

۴۳۔مواہب الرحمان:سید عبد الاعلی سبزواری

۴۴۔میزان الحکمہ:محمدی ری شہری

۴۵۔نظریہ المعرفۃ:جعفر سبحانی

۴۶۔النہایۃ:ابن اثیر

۴۷۔نہضتہای اسلامی در صد سال اخیر:شہید مطہری

۴۸۔نور الثقلین:جمعتالعروسی الحویزی

۴۹۔وسایل الشیعہ:شیخ حر عاملی